THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Friday, August 20, 2004

(15th Session) 135 th

Volume VIII No. 1

(Nos 1-3)

Re-numbering vide letter No.F.5(5)/2016-LegisVol-II dated 29.4.2016.

CONTENTS

		Page
1.	Recitation from the Holy Quran..	1
2.	Panel of Presiding Officers..	2
3.	Fateha..	2-3
4.	Point of Order; Re: Murder of PPP Workers..	4-8
5.	Discussion on Law and Order Situation in Balochistan..	9-41

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Friday, August 20, 2004

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty minutes past ten in the morning with Mr. Acting Chairman (Mr. Khalil-ur-Rehman) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔

ترجمہ: اور دیکھو نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو، اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ خدا کا عذاب سخت ہے۔

(سورۃ المائدہ آیت: ۲)

جناب قائم مقام چیئرمین، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

PANEL OF PRESIDING OFFICERS

In pursuance of the Rule 14 (1) of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, I nominate the following members in order of precedence to form a panel of presiding officers for the 15th session of the Senate of Pakistan.

1. Senator Kamil Ali Agha.
2. Senator Roshan Khurshid Bharucha.
3. Senator Rukhsana Zubari.

Senator Wasim Sajjad(Leader of the House): Mr. Chairman sir, in the last few days there have been two pieces of very sad and tragic news, one is that a former Senator Mr. Mukhtar Ahmad Khan, passed away and then sir, we learnt this morning that the daughter of Senator Fakhar-uz-Zaman, passed away. We are all very saddened by this and we offer our sympathies to the bereaved families and we share their pain. With your permission sir, I would like to move a resolution on the passing away of Senator Mukhtar Ahmed Khan and then I will request the House to offer *Fateha* both for Mukhtar Ahmad Khan and the daughter of Senator Fakhar-uz-Zaman.

Mr. Acting Chairman: Yes please.

FATEHA

Senator Wasim Sajjad(Leader of the House): Sir, this House expresses its deep shock and sorrow on the sad demise of former

Senator Mukhtar Ahmed Khan. He was a dedicated political worker who made great contributions to democracy and the political process in the country. His contribution to the debates and proceedings of this House are a part of record and will be long remembered. This House expresses its deepest sympathies with the bereaved family. May his soul rest in eternal peace! A copy of this Resolution may be sent to the family of late Senator Mukhtar Ahmed Khan. I will now request the House to offer *Fateha* for Senator Mukhtar Ahmed Khan and for the daughter of Senator Fakhar-uz-Zaman.

Mr. Acting Chairman: Maulana Nasib Gul Sahib.

(Fateha was offered)

Mr. Acting Chairman: Rabbani Sahib, there is a very tacit understanding that there will be only very short points otherwise your business will not be covered.

Senator Mian Raza Rabbani(Leader of the Opposition): Only a minute sir.

Senator Wasim Sajjad(Leader of the House): Sir, a decision was taken that I will be moving a Motion to suspend the rules so that the normal business of the House may be dispensed with.

Mr. Acting Chairman: Please move the motion.

Senator Wasim Sajjad(Leader of the House): Sir with your permission, I beg to move under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of the Business in the Senate 1988, that the requirements of

Rules 23, 26, 27 and 120 of the Rules be dispensed with.

Mr. Acting Chairman: It has been moved that under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate 1988, the requirements of Rule 23, 26, 27 and 120 of the Rules be dispensed with in order to move the motion.

(The motion was adopted.)

Mr. Acting Chairman: The motion was adopted. Raza Sahib, you want to move the motion ?

Senator Mian Raza Rabbani(Leader of the Opposition): Sir, I will move the motion a little later, if I can have just one minute on a point of order.

Mr. Acting Chairman: Just one minute.

POINT OF ORDER RE: MURDER OF PPP WORKERS

سینیٹر میاں رضا ربانی (قائد حزب اختلاف)، جناب چیئرمین! مجھے ایک بار پھر یہاں پر نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ ایک بار پھر خون کی ہولی سیاست کے میدان میں کھیلی جا رہی ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کے تین کارکنوں کو دن دیہاڑے بازار کے اندر شہید کیا گیا۔ ان کو شہید اس لئے کیا گیا کہ وہ اٹک کی Constituency NA-59 کے اندر شوکت عزیز صاحب کی مخالفت میں campaign کر رہے تھے۔ اور وہاں پر ضلعی ناظم اور دوسرے لوگوں نے انہیں یہ بات باور کروائی تھی کہ اگر آپ اس طرح شوکت عزیز کے خلاف campaign کریں گے تو اس کے سنگین نتائج آپ کو بھگتنے پڑیں گے۔

اس سے پہلے جناب چیئرمین صاحب! پندرہ منٹ پہلے انہوں نے فون کرکے ہمارے District President کو یہ بات کہی کہ تھانے کے اندر ہمارے قتل کا منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے اور ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد جب DPO سے بات کی گئی اور انہیں یہ بات بتائی گئی تو انہوں

نے فون کر کے کہا کہ جناب کسی کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور آدھے گھنٹے کے بعد ان کو بازار کے اندر قتل کر دیا گیا اور جو گاڑی استعمال کی گئی وہ وہی گاڑی تھی جو حکومت کے استعمال میں تھی اور جناب چیئرمین صاحب! آج اگر شوکت عزیز National Assembly میں oath اٹھائے گا تو وہ تیرہ لاشوں کے اوپر oath اٹھائے گا اور یہ کیسا انتخاب ہے کہ تیرہ لاشوں کے اوپر بیٹھ کے، اٹک کے اندر تیرہ لوگ شہید کیے گئے جس کے اندر چار political workers مخالف سیاسی جماعت کے ہیں۔ ان کے ہاتھ خون کے ساتھ رنگے ہوئے ہیں۔

Mr. Acting Chairman: You have made your point. Tariq Azim Sahib, I think you were present on the occasion. Can you put some light on that?

Senator Tariq Azim: Mr. Chairman, I am very surprised at Mr. Rabbani's statement. I don't know whether he was there or not. Let me state a fact for him and the rest of the House.

Those three innocent lives that were lost were purely due to a local feud and it had nothing to do with the election itself.

(Interruption)

Senator Tariq Azim: We have heard you, please you hear the the facts now.

Mr. Acting Chairman: Please hear him out.

Senator Tariq Azim: They have tried, the opposition has tried to lodge an FIR against Maj. (R) Tahir Sadiq and other people and they are trying to involve them in this thing. We have condemned this killing. It was purely a local incident. Two gentlemen, one of them taking his mother to a photographer shop, was stopped. Somebody insulted his mother. He

went back and he came back and started firing and three gentlemen lost their lives. We are sorry like everybody else that they lost their lives. It has nothing to do with the local elections but for them to try and make capital out of suicidal attempt on the life of Shaukat Aziz is totally...I don't want to use the word but it does not suit them, does not suit the opposition.

یہ لاشوں کی سیاست ختم ہونی چاہیے۔ انہوں نے اس وقت بھی کہا۔

(مداخلت)

سینیٹر میاں رضا ربانی (قائد حزب اختلاف)، آج بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ political murder نہیں تھا ۔ عبد اللہ مراد مارا گیا' Treasury Benches نے یہی کہا کہ یہ ذاتی دشمنی تھی۔ منور سہروردی مارا گیا' کہا گیا کہ یہ ذاتی دشمنی تھی۔ بنیامین مارا گیا تو کہا گیا کہ یہ ذاتی دشمنی تھی۔ یہ باتیں بند کرنی پڑیں گی۔ لاشوں کی سیاست حکومت کر رہی ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین، گلشن صاحبہ جو بولنا ہے ذرا آرام سے بولیں۔ کیا کہنا ہے آپ نے۔

Senator Tariq Azim: Mr. Chairman! I have not finished.

سینیٹر گلشن سعید، جو دس معصوم جانیں' یعنی جو لوگ شوکت عزیز کے ساتھ شہید ہوئے ان کو ان کا خیال بالکل نہیں آتا۔ یہ اپنی personal لڑائی میں جو تین لوگ مارے گئے ہیں۔ ان کا ہم پر الزام لگا رہے ہیں۔ شوکت عزیز پر حملہ کس نے کیا؟

جناب قائم مقام چیئرمین، پروفیسر صاحب ۔ let us not open a pandora's box, we have something to do after this. Professor Sahib.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں بڑا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے Point of Order پر ایک اہم معاملے کو اٹھانے کا موقع دیا۔ اس سے پہلے

میں آپ کی اجازت سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ شوکت عزیز صاحب پر حملہ ہو یا پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو ہلاک کیا جائے۔ یہ تمام چیزیں قابل مذمت ، قابل نفرت ہیں۔ ہم ان سب کی مذمت کرتے ہیں۔اس کو پارٹی بازی کی بنیاد پر سیاسی مسئلہ نہ بنائیے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں جو صورت حال Law and Order کی ہے اور جس طرح عدم تحفظ پھیل رہا ہے اور سیاست میں گولی کا استعمال کیاجا رہا ہے۔یہ اس نظام کے لیے خطرہ ہے اور جو point اٹھایا گیا ہے اس کا جواب یہ نہیں ہے کہ یہ ذاتی عداوت تھی یا سیاسی بلکہ اس کی غیر جانب دارانہ تحقیق ہونی چاہیے۔ اور حقائق قوم کے سامنے آنے چاہئیں۔ میں جس مسئلے کی طرف توجہ دلا رہا ہوں وہ فیصل آباد میں ایم ایم اے کے مقامی صدر مولانا قاری نور محمد صاحب کا پولیس کی تحویل میں پانچ دن رکھ کر شہید کیا جانا اور ان کی لاش جس طرح کل دی گئی ہے اس پر 180 تشدد اور torture کے نشانات ہیں۔ یہ معاملہ اسلامی، انسانی، پاکستانی، ہر نقطہ نظر سے غلط ہے۔ خدا کے لیے یہ روایت قائم نہ کیجیے۔ آج ایم ایم اے کا کوئی شخص اس طرح مارا جا رہا ہے، پی پی پی کا مارا جا رہا ہے، آپ کا بھی یہ ہوسکتا ہے۔ یہ مسئلہ صرف مسلم لیگ کا یا جماعت اسلامی کا نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ پروفیسر صاحب ذرا مختصر کریں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں بہت مختصر ہوں۔ میں ایک جملہ کہوں گا۔ یہ مسئلہ دراصل قانون کی حکمرانی، یہ مسئلہ اصول، اخلاق، ضابطے کی پاسداری کا ہے۔ ٹھیک ہے اگر کسی کے خلاف آپ کے پاس کوئی intelligence report ہے، آپ کا حق ہے کہ آپ اسے interrogate کریں لیکن راتوں کو اغوا کر لینا، اطلاع نہ دینا، اپنے defence کا موقع نہ دینا اور torture کرنا۔ Torture ایک crime against humanity ہے اور آج ہماری پولیس، ہماری agencies اسے اس بری طرح استعمال کر رہی ہیں جو ایک بدنما دھبہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وزیر داخلہ اس ایوان میں آئیں اور آ کر حقائق بیان کریں اور محض white wash نہ کریں اور counter الزام تراشی نہ کریں بلکہ حقائق کو face کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جناب۔ نگہت آغا صاحبہ کیا آپ کا نیا point of order ہے۔ نہیں۔ No, that is not the way. I am allowing any discussion on

that! مہیم خان صاحب۔ دیکھیے آپ نے یہ شروع کیا ہے۔ انہوں نے کہا دو، تین ہوں گے۔ اب دو، تین ادھر دیے ہیں تو دو، تین مجھے ادھر دینے پڑیں گے۔ اس کے بعد there are going to be no more points of order. Please sit down.

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! میں آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ اس سے پہلے بھی بلوچستان میں عوام کی کچھ شکایات محسوس ہوئی ہیں اور جو محسوس ہوئی ہیں، میں نے ان سے ہر وقت ایوان کو آگاہ کیا ہے۔ وہاں پر جو F.C. جو بنیادی طور پر border کی حفاظت کے لیے ہے لیکن گزشتہ کئی سالوں سے -------

جناب قائم مقام چیئرمین، مہیم خان دیکھیں یہ issue آ رہا ہے۔ میری ایک بات تو سن لیں نہ پہلے۔ یہ معاملہ اب discuss ہو گا، پھر آپ اسے اپنی speech میں کہیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ، میں آپ کی خدمت میں عرض کردوں کہ F.C. کے متعلق یقینی طور پر ہم کو ایک report مانگنی چاہیے کہ آیا اس ملک کو اور حکومت کے خزانہ کو anti-smuggling case کے حوالے سے کتنا فائدہ دیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں فائدہ دینے کی بجائے وہ وہاں کے عوام کو ہراساں کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین، ٹھیک ہے۔ لیکن آپ یہ ساری باتیں اپنی تقریر میں کریں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ، وہاں coast guard کا ایک عجیب سا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ ان کا بنیادی کام سمندر کے اندر ہے لیکن اتھل کے مقام پر ان کی چیک پوسٹ ہے اور وہاں پر معزز شہریوں کو تنگ کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں ہماری پارٹی کے صدر زہری اور اس کی فیملی کو روک کر آدھے گھنٹے تک اتنا ہراساں کیا کہ اتھل کی پولیس نے وہاں آکر مداخلت کی۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کی روک تھام ہونی چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین، شکریہ جناب! Now, as it is a consensus of the House, the questions and their printed replies placed on the table of the House shall be taken as read. Let us start with the other business,

Aslam Buledi sahib, you are the first speaker. Wasim sahib and Raza Rabbani sahib, can you get me a list of speakers from even side.

اچھا پہلے آپ formally move تو کر دیں ناں اس کو۔

Senator Raza Rabbani: Sir, I do hereby move that the Senate may discuss the collapse of the law and order situation particularly in the province of Balochistan.

DISCUSSION ON LAW AND ORDER SITUATION IN BALOCHISTAN

Mr. Acting Chairman: Thank you. Buledi sahib.

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، شکریہ جناب چیئرمین! تاریخ کے اس اہم موڑ پر آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ جناب چیئرمین! آج پھر پاکستانی حکمران اور پاکستانی establishment نے اپنی فوجی طاقت کے ذریعے، اپنی اندھی قوت کے ذریعے اپنے ملک کے ایک حصہ پر یلغار کی ہے۔ وہاں کے لوگوں کے خلاف، وہاں کے غیور عوام کے خلاف ایک بڑی فوج کشی شروع کی ہے۔ کوہلو سے لے کر گوادر تک اور پورے مکران ڈویژن میں 24 جولائی سے پاکستان آرمی کی سندھ رجمنٹ، (***) Frontier Corp اور مقامی levy اور Army Aviation کی support اور Artillery کی support سے ---

جناب قائم مقام چیئرمین: دیکھیئے! (***) Frontier Corp کا نام لینے سے کوئی خاص بات بنتی نہیں ہے۔ آپ صرف Frontier Corp بولیں۔ please expunge that(***)

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، وہ ہمارے لئے تو (***) ہے۔ آپ کے لیے برا اچھا تحفہ ہو گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ صرف ہمارے لئے نہیں ہے بلکہ آپ سب کے لیے ہے۔

+ [(***) Words expunged by the order of the Chairman.]

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، کیونکہ ہمارے صوبے میں Frontier Corp کا role وہی ہے جو مقبوضہ کشمیر میں Indian occupation forces کا ہے اور مقبوضہ فلسطین میں Israel کی occupation forces کا ہے۔ وہی role بلوچستان میں---

سینیٹر گلشن سعید: جناب والا! یہ کیا بات کر رہے ہیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ بلوچستان کی بات کر رہے ہیں یا کوئی اور بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، آپ F.C کی تعریف کر رہے تھے--

جناب قائم چیئرمین: دیکھیں ! stay within the bound. I shall not accept anything and you cannot talk against Pakistan.

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، وہی F.C. role بلوچستان کے اندر ادا کر رہی ہے۔

جناب قام مقام چیئرمین: آپ دیکھیں stay within the means.

(مداخلت)

Mr. Acting Chairman: I can handle this Please sit down. Buledi Sahib now stay within the bounds.

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، جناب والا! انہیں forces کے ذریعے مکران کے 100 kilometers area کو جو تربت سے شروع ہو کر گوادر تک ختم ہوتا ہے، گھیرے میں لیا گیا۔ وہاں پر Helicopters کے ذریعے bombardment کی گئی، جس سے سینکڑوں کے حساب سے لوگوں کے مال مویشی مارے گئے۔ پانیوں میں زہر ڈالا گیا۔

جناب والا! ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا مکران کے عوام، بلوچستان کے عوام اس ملک کے شہری نہیں ہیں؛ کیا بلوچستان کے عوام محب وطن نہیں ہیں؛ اور یہی صورت حال خضدار میں ہے، کوہلو میں ہے۔ ڈیرہ بگٹی اور چمن میں بھی یہی صورت حال ہے۔ جو جمہوریت پسند لوگ اس ملک میں جمہوریت چاہتے ہیں، اس ملک میں عوام کی بالادستی چاہتے ہیں، اس ملک میں آئین کی حکمرانی

چاہتے ہیں۔ اس ملک میں عدلیہ کی آزادی چاہتے ہیں، انہیں فوجی طاقت کے ذریعے سزائیں دی جا رہی ہیں۔ بلوچستان میں آج ایک ہزار سے زیادہ سیاسی workers سماجی workers اور انصاف پسند لوگ بغیر کسی مقدمہ کے جیلوں میں بند ہیں۔ بلوچستان کی سیاسی قوتوں کے خلاف بے بنیاد سیاسی مقدمات بنائے جا رہے ہیں۔ راولپنڈی میں اس ملک کے صدر اور آرمی چیف پر دو حملے ہوئے تھے۔ کیا اس میں کسی سیاست دان کے خلاف کوئی سیاسی مقدمہ بنا؟ کراچی میں کور کمانڈر پر حملہ ہوا تھا، وہاں پر بھی فوجی جوان مرے تھے۔ کیا کسی سیاست دان پر مقدمہ بنا؟ اسی طرح نامزد وزیر اعظم پر suicidal attack ہوا ۔ کیا اس کے متعلق کسی سیاسی worker کے خلاف مقدمہ بنا؟ اس لئے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا بلوچستان کے ساتھ یہ امتیازی سلوک نہیں ہے/ تو اور کیا ہے؟ جب یہ ساری چیزیں ملک کے دوسرے حصوں میں ہوتی ہیں تو کسی سیاسی worker کے خلاف مقدمہ نہیں بنتا ہے۔ جب بلوچستان میں وہی چیزیں رونما ہوتی ہیں تو وہاں کے لوگوں کے خلاف، سیاسی قائدین کے خلاف آپ مقدمات بناتے ہیں اور وہ بھی وہی لوگ ہیں جنہوں نے بلوچستان میں قیادت کی ہے۔ ان لوگوں کے پاس بلوچستان کی وزارت اعلیٰ رہی ہے۔ اس ملک کے آئین کے تحت وہ دس مرتبہ حلف اٹھا چکے ہیں اور اب وہ غدار ہیں۔ کیونکہ وہ نظریاتی لوگ ہیں، ان کی commitment اپنی سرزمین سے ہے۔ ان کی commitment اپنے وطن سے ہے۔ ان کی commitment اس ملک میں قانون کی بالا دستی سے ہے۔ یہ establishment اور ان کے ہمنوا حکمرانوں کو یہ ساری چیزیں پسند نہیں ہیں۔ جناب والا! نام نہاد mega project کے بارے میں ہم نے ہر floor پر، ہر جگہ، ہر forum پر یہی کہا تھا کہ بلوچستان کے لوگوں کو ان projects کے بارے میں اعتراضات ہیں، ان projects کے بارے میں ہمارے تحفظات ہیں۔ آپ ہمارے سیاسی قائدین کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں، ان کے تحفظات دور کریں لیکن ہماری بات سننے والا کوئی نہیں تھا۔ ہمیں پتا تھا کہ اگر ہم سارے راستے بند کر دیں گے تو بات تشدد پر آئے گی۔ ہم پر امن لوگ ہیں۔ ہم ہر مسئلے کا سیاسی حل چاہتے ہیں۔ ہم ہر مسئلے کا حل مذاکرات کے ذریعے چاہتے ہیں، لیکن آپ جب کسی کو کونے پر لگاتے ہیں تو ان کے لیے کوئی اور راستہ نہیں بچتا اور پھر یہی ہو گا جو آج کل ہو رہا ہے۔ اگر کل ہم لوگوں کی گزارشات یہ حکومت مان لیتی، صاحب اقتدار لوگ ہماری گزارشات سے اتفاق کر لیتے تو آج یہ

صورتحال پیدا نہ ہوتی۔

جناب والا! دوسرا جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ چھاؤنیوں کی تعمیر کا ہے۔ بلوچستان میں چھاؤنیوں کی کیا ضرورت ہے؟ سارے ممالک کے ساتھ آپ کے تعلقات صحیح ہو گئے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ فوج کی تعداد کو کم کر لیتے، arms کی تعداد کو کم کر لیتے کیوں کہ آپ کے تعلقات ماشاء اللہ انڈیا کے ساتھ صحیح ہیں اور دوسرے ممالک کے ساتھ بھی صحیح ہیں۔ ہمیں ان چھاؤنیوں کی تعمیر پر اعتراض ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کچلنے کے لیے، ہماری demography کو، ہماری آبادی کو اقلیت میں بدلنے کے لیے یہ چھاؤنیاں تعمیر کی جا رہی ہیں۔ بلوچستان کے لوگ ہر قیمت پر اپنی قومی شناخت کا دفاع کریں گے۔ ہر قیمت پر اپنی قومی شناخت کا دفاع کریں گے۔ ہر قیمت پر اپنی سرزمین کا دفاع کریں گے۔ ہمیں اپنی قومی شناخت، ہمیں اپنی سرزمین کسی نے تحفے میں نہیں دی۔ یہ ہمارے آباؤ اجداد کی قربانیوں کا ثمر ہے۔ ہماری پانچ ہزار سالہ تاریخ ہے۔ ہم پانچ ہزار سال سے بلوچ ہیں۔ ہم گزشتہ 57 سال سے اس ملک کے اندر بدامنی کی بدترین زندگی گزار رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہمیں اپنی شناخت بڑی عزیز ہے اور ہم اس پر کسی صورت میں compromise نہیں کریں گے۔ جناب والا! اسی طرح FC ہے۔ اس Force کی ظلم و زیادتیوں سے بلوچوں کے High Court کے sitting Chief Justice سے لے کر ایک چرواہا تک محفوظ نہیں۔ بلوچستان کے اندر Coast Guard کا بھی یہی role ہے اور دوسرے جو وفاقی ادارے ہیں ان کا بھی یہی role ہے۔ خدا کے لیے اس ملک کی بقا کے لیے آپ ان منہ زور قوتوں کو لگام دیں اور بلوچستان کے مسائل پر وہاں کے سیاسی قائدین کے ساتھ بیٹھ کر مذاکرات کریں، dialogue کا راستہ اپنائیں۔ فوجی طاقت کے ذریعے، فوجی operation کے ذریعے آپ کسی کو زیر نہیں کر سکتے۔ آپ کسی کو نہیں دبا سکتے۔ میں ایک ادنیٰ سیاسی کارکن کی حیثیت سے یہ کہتا ہوں کہ ان تمام مسائل کا حل جمہوریت ہے۔ آئین کی بالادستی ہے۔ قوموں کی خود مختاری ہے اور اس ملک کی establishment کو چاہیے کہ اس ملک کے پندرہ کروڑ عوام کو یہ موقع فراہم کریں۔ میرا ایمان و یقین ہے کہ اس ملک کی عوام میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنے مسئلے خود حل کر سکتی ہے۔

Mr. Acting Chairman: Anybody from the Treasury Benches.

سینیٹر محمد اسلم بلیدی، ایک منٹ، ایک بلوچی شعر کے ساتھ conclude تو ہمیں کرنے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہاں! conclude کرلیں۔ میں نے تو ایک گھنٹہ پہلے کہا تھا کہ conclude کرلیں۔ اچھا "شیر" کہنا ہے، کہیں "گیدڑ" نہ ہو۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی: جی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: "شیر ہو۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی: ہاں شعر ہوگا لیکن میری اپنی قومی زبان میں ہوگا، لکھنؤ کی زبان میں نہیں ہوگا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جو مرضی ہے۔

سینیٹر محمد اسلم بلیدی: (بلوچی شعر)

جناب قائم مقام چیئرمین: اچھا آپ بولیں گی، فرمائیں۔

سینیٹر تنویر خالد: شکریہ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ ابھی ایک ساتھی نے اپوزیشن سے تقریر فرمائی، انہوں نے یہ بھی شکوہ کیا کہ بلوچستان میں چھاؤنیوں کی تعمیر ہو رہی ہے اور اس بات پر ان کو بڑا اعتراض ہے۔ ان کا فرمانا یہ تھا کہ چھاؤنیوں کی تعمیر سے ان کی آبادی کو اقلیت میں تبدیل کردیا جائے گا۔ بڑی عجیب بات مجھے لگی۔ مجھے تو سمجھ نہیں آئی کہ چھاؤنیوں کی تعمیر سے آبادی اقلیت میں کیسے تبدیل ہو سکتی ہے۔ چھاؤنیاں تو حفاظت کے لئے ہوتی ہیں۔ پولیس ہو یا فوج ہو، وقت ضرورت کسی چیز کے دفاع، کسی گڑبڑ کی روک تھام اور لوگوں کی آبادی کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے۔ They are not there to kill the population of that province یہ کیسے ہو سکتا ہے، بڑی افسوسناک بات ہے۔ میں نہایت دردمندی اور ہمدردی سے ان سے یہ کہنا چاہوں گی کہ ہم ایک ہی ملک میں رہتے ہیں۔ آپ اور ہم ایک ہی ملک کی آبادی ہیں۔ اپوزیشن ہو یا حکومتی بنچ ہوں۔ اپنے دل میں شکایتیں نہ رکھیں

بلکہ بھروسہ اور اعتماد ہونا چاہیے اپنی ملک کی آبادی پر، اپنی قوم پر، اپنی فوج پر، اپنے حکمرانوں کے اوپر۔ ہونے کو تو واقعات ہوتے ہیں اور ان سب کو معلوم ہے کہ ہماری گزشتہ پرائم منسٹر کے دور میں ان کے اپنے بنگلے کے سامنے ان کا بھائی murder ہوا، تو شاید زندگی میں دنیا میں ایسے ناخوشگوار واقعات بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بہت کچھ depends on the people of that country کہ ان کا behaviour کیسا ہے، ان کی سوچ کیسی ہے، ان کی روزمرہ زندگی کیسی ہے اور اس کے اوپر ان کا behaviour کیوں ایسا ہے؟ اس کے بھی there are many causes, شاید غربت ہے، زیادہ آبادی ہے اور jobs کی کمی ہے۔ بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جس سے بدامنی یا لاء اینڈ آرڈر کی situation develop ہوتی ہے۔ ایک گلہ شکوہ بلوچستان کے بارے میں اکثر رہتا ہے کہ اس کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔ اس میں شاید دو حقیقتیں بھی ہیں بلکہ شاید نہیں یقیناً دو حقیقتیں ہیں۔ بلوچستان کے صوبے کا area بہت بڑا ہے لیکن اس area کے لحاظ سے اس کی آبادی اتنی زیادہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کے برخلاف کوئی اور صوبہ جو بڑا بھی ہے اور اس کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے اور آبادی کے لحاظ سے اگر تناسب کے حساب سے، فیصد کے حساب سے، کوٹے کے حساب سے jobs دی جاتی ہیں یا کسی قسم کی opportunity دی جاتی ہے یا دیکھ بھال کی جاتی ہے تو پھر کوٹے کے لحاظ سے آبادی زیادہ ہے تو ان کا حصہ زیادہ بنتا ہے۔ and more over when they are paying the taxes, جب ٹیکس دیتے ہیں تو جہاں آبادی زیادہ ہوتی ہے ان کے ٹیکس زیادہ وصول ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ کوئی اپنی طرف سے money خرچ نہیں کرتی۔ جو ٹیکس وصول ہوتے ہیں اسی کو خرچ کرتی ہے۔ تو جہاں پر آبادی کم ہوگی وہاں سے ٹیکس بھی کم وصول ہوتے ہیں۔ جہاں آبادی زیادہ ہوتی ہے وہاں سے ٹیکس زیادہ وصول ہوتے ہیں۔ لہذا ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ جو بھی گورنمنٹ plan develop کرتی ہے یا دیکھ بھال کرتی ہے تو اس میں ٹیکسوں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ یہاں پر ہم سب کو یہ سوچنا چاہیے اور مجھے یقین بھی ہے کہ ہم سب لوگ اپنے صحیح تعداد میں ٹیکس ادا کرتے ہونگے لیکن اگر اس میں کوئی ایسی بات ہے تو کرنی چاہیے، یہ نہیں کہ ہم مراعات لیں، سہولیات لیں کہ جی ہم گورنمنٹ میں ہیں، سینیٹر ہیں، یا ایم این اے ہیں تو ہم ٹیکس pay نہ کریں۔ تو یہ ساری چیزیں مل ملا کر ایک situation develop

ہوتی ہے۔اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم حکومت کو مورد الزام ٹھہراتے رہیں یا چھاؤنیوں کی establishmentپر اعتراض کریں ۔ مذمت کس لئے ہونی چاہیے۔ ہمارے ملک کی فوج ہے ، ہمارے ملک کی پولیس ہے and they are there to safeguard our interest and security وہ تو پھر ضمانت ہوتی ہے ہماری آبادی کی security کی ۔ Thank you very much.

Mr. Acting Chairman: Thank you Tanveer Khalid Sahiba. Dr. Ismail Buledi Sahib.

(کسی دوسرے سینیٹر سے مخاطب ہو کر) ابھی آپ کی باری نہیں آئی جب آپ کی باری ہوگی تو میں بلا لوں گا۔ آپ کا نام میرے پاس لکھا ہوا ہے ۔جی بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! بلوچستان کے مسئلہ پر جو ایک اہم مسئلہ ہے آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا، آپ کی بہت مہربانی ۔ ہم یہاں سے شروع کرتے ہیں کہ

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جناب چیئرمین! یقیناً آج جو بلوچستان کے مسئلہ پر یہ اہم اجلاس بلایا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان پاکستان کا ایک پسماندہ صوبہ ہے اور شروع سے لے کر آج تک اس کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے ۔ آپ یہاں اگر دیکھ لیں ہر department میں کوٹے کے اعتبار سے اگر آپ دیکھ لیں تو وہاں ان کی ملازمت بالکل نہ ہونے کے برابر ہے ۔ اگر آپ بیرونی دنیا میں، سفارتخانوں میں ، بنکوں میں دوسری کارپوریشنوں میں بھی دیکھ لیں ان کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے ۔ آج جو آپریشن کے نام پر وہاں ایک شوشہ چھوڑا گیا ہے اور وہاں ایک ڈرامہ کیا جا رہا ہے اور میگا پراجیکٹ کے حوالے سے جو مکران میں میرانی ڈیم اور گوادر پورٹ تعمیر ہو رہے ہیں جناب چیئرمین! ہم ضرور ترقی چاہتے ہیں ، ہم ترقی کے خلاف نہیں ہیں لیکن ترقی کے ساتھ ساتھ ہمارے کچھ تحفظات ، کچھ مطالبات ضرور ہیں ۔ حکومت کو چاہیے کہ ان Projects کو

شروع کرنے سے پہلے ان علاقوں کے جو منتخب نمائندے تھے ان کو بلا کر ان کے مشورے سے وہ پراجیکٹ شروع کر لینے چاہیے تھے کیونکہ وہاں لوگوں کے تحفظات ضرور ہوں گے اگر ان کے خلاف یہ پراجیکٹ جائیں تو ان غریبوں کو کیا فائدہ ملے گا؟ وہاں میرانی ڈیم کے حوالے سے یا گوادر بندرگاہ کے حوالے سے جو ایک آپریشن کا نام دیا جا رہا تھا میں نے وہاں کوئی ایسی بنیاد نہیں دیکھی کہ وہاں کوئی جہاد ہو رہا ہو اور وہاں کوئی بڑا آپریشن کیا جائے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس میں ایجنسیاں بھی ملوث ہوسکتی ہیں کہ وہاں ان علاقوں میں داخل ہونے کے لئے وہ ایک reason اور ایک جواز پیدا کرنے کے لئے آپریشن کا نام دے دیں اور وہاں جا کر اس علاقے کو ہر حوالے سے تنگ کیا جائے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک میری معلومات ہیں وہاں پہاڑیوں میں اس طرح کے لوگ نہیں تھے اور ان کے خلاف نہ آج تک یہ clear ہے کہ کتنے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ کتنے لوگ مارے گئے ہیں۔ اگر وہاں پر دہشت گرد ہوں یا ان پراجیکٹ کے خلاف مزاحمت کرنے والے ہوں تو بے شک وہ ہمارے جو تحفظات ہیں، جو مطالبات ہیں ان کو مان لیں، ہم دہشت گردی کے خلاف ان کی حمایت ضرور کریں گے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ جا کر کسی کو ماریں، قتل کریں، دھماکہ کریں۔ ہماری پالیسی واضح ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کے مطالبات منوانے کے لئے اور طریقہ کار موجود ہے۔ جلوس نکالیں، احتجاج کریں، road block کریں لیکن آپ کسی کو ماریں گے، یہ دہشت گردی کے ضمن میں آتا ہے۔ لہذا، ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جہاں تک بلوچستان کے جو مجموعی مسائل ہیں اور جو نام لیا جا رہا ہے کہ کوہلو میں، ڈیرہ بگٹی میں، ہم اس مجموعی operation کی ضرور مذمت کریں گے۔ حکومت کو چاہیے کہ مذاکرات کے ذریعے ان کے جو بھی معاملات ہیں، وہ table پر آ کر بات کریں اور وہاں ان لوگوں کو مطمئن کریں کہ وہاں پر آپ لوگوں کے کیا تحفظات ہیں۔

جہاں تک مکران کے projects ہیں، میری تجویز یہ ہے کہ وہاں پر elected نمائندے ہیں، سینیٹ کے بھی members ہیں، قومی اسمبلی کے members بھی مکران میں ہیں، پنجگور سے لے کر، گوادر تک اور MPAs بھی ہیں، ان کی ایک committee ہونی چاہیے۔ گوادر سے پنجگور تک ان کے ساتھ مذاکرات کئے جائیں۔ اگر غیر منتخب لوگوں کے ساتھ مذاکرات ہوں تو کل

وہاں کے لوگ ان کو accept نہیں کریں گےکیونکہ ان کو کسی صورت میں اعتماد میں نہیں لیا جا رہا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ سینیٹ اور قومی اسمبلی کے وہاں سے جتنے بھی members ہیں، ان تمام جماعتوں کا نمائندہ موجود ہو۔ ان کی ایک committee بنائی جائے، ہم اپنی تقدیر کا فیصلہ خود کریں کیونکہ مکران میں کوئی سرداری system ہے، نہ تھا، نہ اب ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہاں پر سینیٹرز بھی ہیں، MPAs ہیں، Ministers بھی ہیں اور MNAs بھی ہیں جو آٹھ اور دس کے قریب ہیں، ان کی ایک committee بنائی جائے، ان سے مذاکرات چلائے جائیں۔ پھر ہمارے جو مطالبات ہوں گے، ہم حکومت کو واضح کریں کہ اگر میرانی ڈیم میں ہمیں ملازمت نہیں دی گئی یا گوادر کے project میں جو ہمارے مطالبات اور خدشات ہیں، اگر ان کو دور نہ کیا گیا تو ہم اس کام کو نہیں چلنے دیں گے، اگر حکومت نے ہمارے مطالبات تسلیم کئے تو پھر ہمیں بھی ماننا چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بلیدی صاحب! ذرا wind up شروع کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، میں کہتا ہوں کہ وہاں FC کے معاملات ہیں جیسے بلوچ صاحب نے بتایا کہ یہ انتہائی زیادتی کر رہے ہیں۔ فیصل صالح حیات صاحب موجود ہیں جب ہم نے ان کے دفتر میں meeting کی تھی، انہوں نے یہاں پر غلط بیانی کی کہ بلیدی نے کہا کہ میرا ٹرک چھوڑ دو۔ آج مسیم خان موجود ہیں، اس meeting کے گواہ ہیں کہ میں نے اپنے کسی ٹرک کا نام لیا تھا، میں نے مجموعی طور پر کہا تھا کہ وہاں پر جو زیادتی ہے جو ظلم ہے کہ عام لوگوں کا آٹا، پستہ اور معمولی ڈیزل، پٹرول کو چھوڑا جائے۔ لہذا، آج مہیم خان کو موقع دیا جائے کہ وہ اس بات کی وضاحت کریں اور وزیر داخلہ اپنے وہ الفاظ واپس لیں جو انہوں نے اس House میں غلط بیانی کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں پر یہ forces صرف پیسہ کمانے کے لئے تعینات ہیں اور پتا نہیں یہ پیسہ کہاں تک جاتا ہے لیکن ان کا link ہے، لوگوں کو خواہ مخواہ تنگ کیا جا رہا ہے۔ لہذا، میرا مطالبہ ہے کہ سینیٹ کی ایک committee بنائی جائے، وہ جا کر check پوسٹوں کا معائنہ کریں۔

Mr. Acting Chairman: Thank you.

شکریہ جناب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: لوگوں سے ظلم کرنے سے ان کو باز کریں ورنہ یہ احتجاج بڑھ جائے گا اور لوگ تنگ ہو جائیں گے۔ کراچی کے مجموعی حالات ہیں، دوسرا law and order ہے، جامعہ بنوری میں گزشتہ ہفتے وہاں پر دس آدمی شہید ہوئے، ان سارے حالات کو دیکھا جائے۔ علماء کے خلاف، مدارس کے خلاف ایک گہری سازش کے تحت کام ہو رہا ہے اور بیرونی دنیا کو، بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے۔ لہذا، وزیر داخلہ ان کا notice لیں اور ان تمام چیزوں کو یعنی اس ملک میں law and order کی situation کو بحال کیا جائے اگر وہ بحال نہیں کر سکتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اخلاقی طور پر ان کو resign کرنا چاہیے۔

Mr. Acting Chairman: Thank you

بلیدی صاحب۔ کلثوم پروین صاحبہ! ابھی منسٹریاں announce نہیں ہوئی ہیں، آپ seat پر چلی جائیں، آپ کی تقریر ہے، کلثوم پروین صاحبہ آپ ہی ہیں ناں، ہاں تو پھر، میں نے کہا کہ ministry announce ہو گئی ہے۔ آپ بولیں گی، آپ نے نام تو دے دیا ہے۔ وسیم شہزاد صاحب آپ نے بڑی دیر سے ہاتھ اٹھایا ہوا ہے۔ آپ نے پہلے بول لیا تھا۔

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم (وزیر مملکت برائے امور داخلہ): شکریہ جناب چیئرمین۔ آج ہم تاریخ کے جس موڑ پر کھڑے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ ایک قومی سوچ اور قومی یکجہتی کی ضرورت جتنی آج پاکستان کو ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کے چاروں صوبے، اپنی اپنی شناخت، اپنی اپنی تہذیب اور اپنی اپنی تاریخ پر فخر کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی ادراک کریں کہ وہ ایک بڑی وحدت میں بھی ایک اکائی کی صورت میں موجود ہیں۔ صوبہ چاہے بلوچستان کا ہو، چاہے سندھ ہو، سرحد ہو یا پنجاب، ہم سمجھتے ہیں کہ ہر صوبے کی ترقی پاکستان کی ترقی ہے۔ آج پاکستان میں ان چاروں صوبوں میں سے شاید پنجاب واحد صوبہ ہے کہ جس نے قیام پاکستان سے لے کر استحکام پاکستان تک ہر وقت قربانی دی اور ہمیشہ چھوٹے صوبوں کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار رہا۔ قیام پاکستان کے وقت بھی یہ ان چاروں میں سے واحد صوبہ تھا کہ جس نے دو لخت ہو کر، اپنے لہو سے وضو کر کے اس عزم کا اعادہ کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس بڑی وحدت میں سمو دے گا اور آنے والے وقتوں میں بھی

نے اپنے کردار سے ثابت کیا کہ اس نے ہمیشہ چھوٹے صوبوں کے ساتھ بڑے بھائی کا کردار ادا کیا۔

جناب! میرے بلوچستان کے دوستوں نے اپنے مسائل کی بات کی، ان سے میری دردمندانہ التجا ہے کہ وہ بلوچستان کے مسائل پر ضرور بات کریں لیکن خدارا بلوچستان کو مسئلہ نہ بنائیں، جو بھی بات کرنی ہے اس بڑی وحدت کے اندر رہ کر بات کریں۔ جب آپ کی باتوں سے ایسی بُو آئے گی کہ جس سے اس وحدت کو نقصان پہنچے گا تو نہ اس میں بلوچستان کو فائدہ ہے اور نہ اس میں پاکستان کا فائدہ ہے۔

یہاں پر فوجی آپریشن کی بات کی گئی۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ بتائیں کہاں پر فوجی آپریشن ہو رہا ہے۔ کیا کسی دہشت گردی کی کارروائی کو روکنے کے لیئے اس جگہ کے لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرنے کے لئے، وہ لوگ جو اس دہشت گردی کی کارروائی میں ملوث رہے ہیں ان کے خلاف اگر کارروائی کی جائے تو آپ اس کو فوجی آپریشن کہیں گے؟ یقیناً نہیں۔ میرے ایک Colleague نے خود اپنے الزام کے دوران اس بات کا جواب دیا کہ جب صدر پاکستان پر حملہ ہوا تو کسی سیاسی راہنما کا نام نہیں آیا، درست۔ جب شوکت عزیز صاحب پر حملہ ہوا تو کسی سیاسی راہنما پر الزام نہیں آیا۔ کراچی میں بھی اسی طرح ہوا۔ یہ خود اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ اس حکومت نے ہمیشہ ہر case کو میرٹ پر لیا۔ ماضی کی نسبت کسی بھی واقعہ کو کسی پر الزام لگانے کا ذریعہ نہیں بنایا اور صرف وہی بات کی جس میں حقیقت تھی۔ دوسرا الزام فوجی چھاؤنیوں سے متعلق ہے۔ پاکستان کے ہر خطے میں، خود پنجاب میں چپے چپے پر فوجی چھاؤنیاں موجود ہیں۔ پنجاب میں تو کسی نے نہیں کہا کہ ہماری آزادی سلب ہو گی، سندھ میں تو کسی نے نہیں کہا کہ ہماری آزادی سلب ہو گی۔ یہ فیصلہ ہم خود بلوچستان کے عوام پر چھوڑتے ہیں کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ آج ان کی آزادی کس نے سلب کی ہوئی ہے، اس پر مزید گفتگو وہ خود آپس میں کر سکتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہی گئی کہ ہم سے بات کریں، ہم سے مذاکرات کریں ورنہ ---- جناب! یہ سارا مسئلہ ہی " ورنہ " کا ہے کہ ہماری بات مانیں، ورنہ ہم یہ کریں گے۔ یہ کونسی جمہوریت ہے، جمہوریت میں conditions نہیں ہوتیں، جمہوریت میں بات چیت ہوتی ہے، جمہوریت میں بیٹھ کر مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے، جمہوریت میں بیٹھ کر دھمکی نہیں دی جاتی، جمہوریت میں

بیٹھ کر writ of state کو challenge نہیں کیا جاتا۔ ان چیزوں کو اپنے اپنے پیرائے میں دیکھنا ہو گا۔

ترقیاتی کاموں کی بات ہوئی تو آج یہ اعتراف کیا جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آج سب سے زیادہ ترقیاتی کام بلوچستان میں ہو رہے ہیں اور ہمیں اس کی خوشی ہے کیونکہ ہم دل سے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر پاکستان کا ایک صوبہ بھی پسماندہ رہے گا تو پاکستان پسماندہ رہے گا۔ پاکستان کے جس صوبے کی بھی ترقی ہوگی یہ پاکستان کی ترقی ہوگی۔ گوادر پورٹ بنے گی تو بلوچستان کا فائدہ ہوگا اور پاکستان کا فائدہ ہوگا۔ میرانی ڈیم بنے گا، بلوچستان کے لوگوں کو فائدہ ہوگا تو پاکستان کے لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ تو اس کو اس پیرائے میں دیکھنا بھی ایک مختلف سوچ ہے۔ میں مزید time نہیں لینا چاہوں گا۔ میری آخر میں یہ گزارش ہے کہ آپ کے جو جائز مسائل ہیں، جو پنجاب کے مسائل ہیں، جو بلوچستان کے مسائل ہیں، جو سندھ کے مسائل ہیں ان سب کو پاکستان کے مسائل کے پیرائے میں دیکھنا ہے اور اسی میں ان کا حل تلاش کرنا ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین، شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ کنرانی صاحب، آپ لوگوں نے ایک list دی ہے تو I am going by that. ثناء اللہ بلوچ صاحب، proceed.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، شکریہ جناب چیئرمین-Sir, there is a difference

between Head Master and Chairman. ہم جب بول رہے ہوں--------

جناب قائم مقام چیئرمین، اسی لئے میں نے پہلے بتا دیا کہ آپ بولیں۔

Senator Sanaullah Baluch: It is the only forum which we have.......

Mr. Acting Chairman: I don't want to interrupt you, just informed you earlier....

Senator Sanaullah Baluch: Thank You.

جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں مشکور ہوں اپوزیشن سے تعلق رکھنے والی تمام سیاسی جماعتوں کا اور اپنے اتحادیوں کا جنہوں نے بلوچستان کے اندر محسوس کئے جانے والے اس

دکھ درد کے ساتھ شرکت کا اظہار کرتے ہوئے آج کا سینیٹ کا اجلاس خصوصی طور پر requisite کروایا اور اس میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں مشکور ہوں تمام سیاسی جماعتوں کا، ARD میں شامل تمام جماعتوں کا، پونم میں شامل تمام سیاسی جماعتوں کا، متحدہ مجلس عمل میں شامل تمام سیاسی جماعتوں کا اور ان تینوں اتحادوں سے ہٹ کر پاکستان میں ترقی پسند اور روشن خیال سیاسی جماعتوں اور گروپوں سے تعلق رکھنے والے اپنے دوستوں کا اور عوامی نیشنل پارٹی کا بھی اور تمام اپنے دوستوں کا جنہوں نے بلوچستان کی اس تکلیف دہ اور مشکل صورتحال میں بلوچستان کے عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا۔ یہی اظہار یکجہتی بلوچستان کے عوام کو اعتماد بخشنے اور ان کے حقوق کو legitimacy یا جائز قرار دلوانے کے لئے کافی ہے۔ ہمیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ بلوچستان میں جاری جدوجہد غیر آئینی ہے، غیر قانونی ہے، دہشت گردی ہے یا کوئی جو بھی کہے لیکن ہمیں پاکستان کی تمام اکثریتی سیاسی جماعتوں اور ان کے اکابرین اور قائدین کی حمایت حاصل رہی۔ میں تہہ دل سے ان کا مشکور ہوں۔ ایک سیاسی جماعت جو اپنے آپ کو سیاسی جماعت کہتی ہے، بلوچستان کے عوام کے دکھ درد سے باہر رہی۔ ان کو خود اس کا علم ہوگا کہ انہوں نے کبھی مگر مچھ کے آنسو تک بھی بلوچستان کی صورتحال پر بہانا گوارا نہیں کیا۔

جناب والا! میرے دوستوں نے بڑے مدلل انداز میں باتیں کیں کہ بلوچستان کی ترقی کو پاکستان کی ترقی کے ساتھ یکساں کرکے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ محترم قائد اعظم محمد علی جناح صاحب کی یہ جو خوبصورت تصویر جس کے زیر سایہ ہم سارے بیٹھے ہوئے ہیں، ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو انہوں نے تقریر کی تھی کہ بلوچستان اگر پاکستان کا حصہ بنتا ہے تو بلوچستان کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا اور پاکستانی وفاق میں شامل ہونے کے بعد بلوچستان کو دیگر صوبوں کے برابر لانے کی کوششیں کی جائیں گی۔ جناب والا! ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک بلوچستان کو کچھ بھی نہیں ملا۔ آج ۲۰ تاریخ کو ایک اور وعدہ میرے دوست ڈاکٹر وسیم صاحب نے کیا کہ آج کے بعد بلوچستان کے ساتھ مہر و محبت کا سلوک روا رکھا جائے گا لیکن بلوچستان کے ساتھ سیاسی بدعہدیوں کی ایک تاریخ ہے۔ سیاسی بدعہدیوں کی اس تاریخ نے بلوچستان کے عوام کو مجبور کیا کہ وہ سیاسی اور جمہوری انداز میں اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ انہوں نے پورے پاکستان کے تمام طبقوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ بلوچستان کے دکھ اور درد کو

سمجھنے کی کوشش کریں۔

جناب والا! جس پارلیمنٹ ہاؤس میں ہم بیٹھے ہیں۔ اس میں دو چھوٹی لائبریریاں ہیں۔ ان لائبریریوں میں ہمارے وہ اکابرین جنہیں سردار، نواب اور جاگیردار کہا جاتا ہے ان کی تقریریں نکال کر دیکھیں کہ ان حالات کا ادراک رکھتے ہوئے انہوں نے 1960ء کی اسمبلی میں، 1970ء کی اسمبلی میں اور تمام اسمبلیوں میں یہ بات ریکارڈ پر لائی کہ بلوچستان کو اس کا جائز حصہ دیا جائے۔ بلوچستان کے ساتھ سوتیلا پن ختم کیا جائے۔ بلوچستان کو خیرات سمجھ کر اور مقبوضہ علاقہ سمجھ کر حکمرانی کرنے کے بجائے ایک برادرانہ طور پر اپنے ساتھ لیجانے کی کوشش کریں۔ لیکن افسوس کی بات جناب والا! میں ہمیشہ یہ کہتا رہا ہوں کہ اسلام آباد ایک دور اندیش سیاسی قیادت سے 1947ء سے آج تک محروم رہا ہے۔ اور اگر پاکستان خصوصاً اسلام آباد ایک دور اندیش ایک Visionary Leadership اور ایک Political Leadership سے محروم رہا تو پاکستان کے اندر جو یہ حالات ہیں یہ مزید گھمبیر اور خراب ہوں گے اور ان کے بننے کی مجھے کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

یہاں پر جناب والا! بات کی جاتی ہے کہ قانون اور جمہوریت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے حقوق کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ 1973ء کا آئین جو سب کے لئے مقدس ہے ہم اس میں کافی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود اسے آئین کہتے ہیں کہ اس پر گزارہ کر لیتے ہیں۔

جناب والا! اس آئین کی جو تمہید یا Preamble ہے وہ ایک ضابطہ فراہم کرتا ہے وفاقی وحدتوں کو جوڑنے کا، ہم کسی شخص یا فرد کی خواہش کے تحت پاکستان کے اندر نہیں آئے ہیں۔ ہم ضابطے، قانون اور سیاسی طور طریقوں سے اس وفاق کا حصہ بنے ہیں۔ اس کی تمہید میں جناب والا! یہ واضح طور پر درج ہے جو میں آپ کو پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ "چونکہ پاکستان کے جمہور کی منشا ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں مملکت اپنے اختیارات کو، اقتدار کو جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی۔" جناب والا! اس کو نوٹ کریں۔ اس کا دوسرا پیراگراف ہے۔" کہ جس میں وہ علاقے جو اس وقت پاکستان میں شامل یا ضم ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو بعد ازیں پاکستان میں شامل یا ضم ہوں گے ایک وفاق بنائیں گے۔ جس میں وحدتیں" جناب والا! لفظ صوبے بھی استعمال نہیں کیا گیا، اس میں لفظ" وحدتیں" استعمال کیا گیا ہے۔" جس میں وحدتیں اپنے اختیارات اور اقتدار پر ایسی

حدود اور پابندیوں کے ساتھ جو مقرر کردی جائیں مکمل طور پر خود مختار ہوں گی۔"

جناب والا! اسی Preamble کے آخر تک دو صفحات پر مشتمل اس تمہید کو جو 1973 کے Constitution میں ہے ۔ اس آئین کا جو مقصد تھا اگر اس پر عملدرآمد کیا جاتا ۔ تو جناب والا! آپ کو سیاسی معاملات کو حل کرنے کے لئے فوجیں نہ بھیجنی پڑتیں ۔میں بدنام زمانہ تو نہیں کہوں گا لیکن نیک نامی سے مبرا جو .Frontier Corp ہے۔ اس کو آپ کو بلوچستان میں تعینات کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ۔ آپ کو بلوچستان میں پینتالیس چیک پوسٹیں قائم کرنے کی ضرورت نہ ہوتی ۔ اور جناب والا ! میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اس سے ہمیں خائف نہیں ہونا چاہیے ۔ یہ internationally Pakistani image کے لئے ایک صحیح بات نہیں ہے۔ کہ بلوچستان میں per capita population ہماری جو ہے اس کے حوالے سے ہماری ملٹری کی، law enforcing agencies کی presence ہے۔ وہ فلسطین میں اسرائیلی، اور کشمیر میں Indian forces سے زیادہ ہے ۔ اس بات سے آپ کیوں انکار کرتے ہیں کہ کسی جمہوری ملک کے لئے ، جمہوری معاشرے کے لئے بہتر ہے کہ تمام معاملات کو جمہوری طریقے سے حل کیا جائے۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ اس تمام صورتحال کی طرف دلانا چاہوں گا کہ بلوچستان کے ساتھ زیادتیوں اور بدعہدیوں کی ایک تاریخ تو ہوئی ۔ معاشی اور اقتصادی اعتبار سے بلوچستان کو ہمیشہ پسماندہ رکھنے کی کوشش کی گئی ۔ آپ کسی بھی شعبے کے بارے میں facts and figures مانگ لیں۔

جناب والا! میں گوادر سے شروع کرتا ہوں جو ایک recent project ہے ۔ حال ہی میں شروع کیا گیا۔ جس میں ہمارے تحفظات سیاسی اور جمہوری انداز میں تھے ، گزشتہ ڈیڑھ سال سے ہم اسی اسمبلی میں تھے۔ہم پیار اور محبت کی زبان جب بول رہے تھے تو کوئی سننے کے لئے آمادہ نہیں تھا ۔ لوگ مذاق اڑا رہے تھے کہ جی بلوچستان کی صرف پانچ فیصد بلوچ آبادی کیا کرے گی؟ رونے دو، ان کو تقریریں کرنے دو ، کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

جناب والا! اسی رویے نے آج ہمارے جو لوگ ہیں ان کو مجبور کردیا کہ وہ جو زبان اسلام آباد استعمال کرتا ہے اس کا جواب اسی طرح سے دیں۔جس طرح میں نے اس آئین کی

تمہید کے متعلق کہا کہ تمام معاملات جمہور کی منتخب حکومت حل کرے گی ۔ میں گوادر پورٹ پروجیکٹ کے بارے میں ایک نقشہ آپ کے سامنے کھینچ لوں گا۔

جناب والا! مئی ۲۰۰۱ء میں جنرل مشرف صاحب اور وزیر اعظم چین کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ اور اس کے بعد ۱۵ مارچ ۲۰۰۲ء کو گوادر کا منصوبہ بیجنگ میں دستخط ہوا ۔ بجائے اس کے کہ غریب ماہی گیروں، مچھیروں اور بلوچستان کی منتخب اسمبلی کو سامنے لایا جاتا، یہ معاہدہ جناب والا! بیجنگ میں دستخط ہوا۔ اس کے بعد پندرہ مارچ 2002ء کو گوادر کے ماسٹر پلان کے بارے میں بھی چین کی ایک فرم کے ساتھ معاہدے پر دستخط ہوئے۔ پھر جناب والا! 24 مارچ 2002ء کو اس کی گوادر میں ground breaking ceremony ہوئی جس میں بلوچستان کی منتخب حکومت کا کوئی نمائندہ، جس میں بلوچستان میں جمہور کی نمائندہ حکومت، ان کی جمہور کی منشاء اور مرضی سے منتخب لوگ وہاں پر اس معاہدے میں موجود نہیں تھے۔ اور اس کے علاوہ جناب والا! 17 اکتوبر 2002ء کو ایک Presidential Order کے تحت گوادر پورٹ اتھارٹی بنائی گئی جس وقت بلوچستان میں اور ملک میں کوئی بھی منتخب جمہوری حکومت بھی موجود نہیں تھی۔ 17 اکتوبر 2002ء کے Ordinance کے تحت اس کے Chapter-3 میں یہ پابندی عائد کر دی گئی تھی کہ جو گوادر کا Master Plan ہے وہ گوادر پورٹ اتھارٹی بنائے گی اور وہ Federal Government کو منظوری کے لیے submit کرے گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین ، ذرا wind up شروع کر دیں۔ Time limit ہے everybody is considering that.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، اب جناب والا! بلوچستان میں اس وقت جو صورت حال ہے، یہ تو گوادر کا منصوبہ تھا۔ آپ کو گوادر سے پیار ہے، محبت ہے، ہمیں اس میں کوئی شک بھی نہیں۔ یہ ساری دنیا کو پتا ہے۔ یہ 1960 and 70 کی دہائی میں Kremlin والوں کو پتا تھا جب اسلام آباد کو پتا ہی نہیں تھا اس چیز کا کہ گوادر Strait of Hurtmz کے قریب ہے اور دنیا میں جغرافیائی، اقتصادی اور دفاعی نقطہ نگاہ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس وقت تو اسلام آباد والے اپنے اور اللے تللوں میں مصروف تھے۔ آج جب گوادر کے economic advantage کو explore کرنا

چاہتے ہیں، exploit کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو ایک آئین اور قانون و قاعدے کے تحت اس کی economic advantages exploit کرنا پڑیں گے۔

آپ military کے تین بریگیڈ بھیج کر، وہاں پر چھاؤنی بنا کر، Defence Housing Schemes کی extension وہاں پر متعارف کروا کر، غریب بلوچوں کی زمین چھین کر، گوادر کو ایک نیا elite لوگوں کا شہر بنا کر، غیر بلوچوں پر مشتمل ایک شہر بنائیں گے تو میں آپ کو ایمان سے کہوں، میں نے ہمیشہ پیار اور محبت سے کہا ہے کہ اگر بلوچ اپنے خیمے میں آرام سے نہیں سو سکا تو گوادر میں کوئی بھی اپنے محل میں آرام سے سو نہیں پائے گا۔

Mr. Acting Chairman: Thank you.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب والا! ابھی میرے آٹھ منٹ ہوئے ہیں۔ میرے پندرہ منٹ باقی ہیں جناب۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی،جناب میں اپنا وقت withdraw کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین، نہیں، نہیں آپ کے دس منٹ ہیں۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، وہ withdraw کر رہے ہیں۔

Mr. Acting Chairman: Abbasi Sahib everybody has time.

کوئی ایسی ریت نہیں ہے کہ آپ ٹائم دے دیں - just one minute please.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، کیوں جناب میرے ابھی آٹھ منٹ باقی ہیں۔ Sir میری بات سنیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین، جی سنائیں۔ پھر اور کوئی نہیں بولے گا؛

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، نہیں بولیں گے جناب۔

Mr. Acting Chairman: Abbasi, I am not going to allow you at all. Please finish in two minutes.

(Interruption)

جناب قائم مقام چیئرمین، یعنی یہ ٹھیک ہے باقی غلط ہے؟ آپ دیکھیں اس میں گرم ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ رضا We decided a time limit

سینیٹر میاں رضا ربانی (قائد حزب اختلاف): جناب ایک منٹ میری بات سنیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: فرمائیں۔

Senator Mian Raza Rabbani (Leader of the Opposition): He is eating into the time of the opposition. I will withdraw my name and I will give my time to him because he is relevant, he is from the province. I withdraw my name, let him speak.

Mr. Acting Chairman: Alright. Yes, please speak, you have another nine minutes.

Senator Sanaullah Baloch: Thank you, sir.

جناب والا! فوجی چھاؤنیوں کے قیام کی بات ہو رہی ہے اور اس کو بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی کے ساتھ جوڑا جا رہا ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اس وفاق میں ہمیشہ یہ کہا گیا ہے کہ تمام چیزیں آبادی کی بنیاد پر تقسیم ہوں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ یہاں پر دو قرآن شریف لے آئیں۔ میں قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوں کہ آبادی کے اعتبار سے جتنی چھاؤنیاں ہمارے حصے میں آتی ہیں وہ ہمیں دیں۔ اس وقت بھی بلوچستان میں آبادی سے بڑھ کر چھاؤنیاں بنائی گئیں ہیں۔ چار فوجی چھاؤنیاں کوئٹہ، خضدار، سبی اور ژوب میں قائم ہیں جو ہماری آبادی سے بڑھ کر ہیں بلکہ 22% چھاؤنیاں ہمارے حصے میں ڈال دی گئیں ہیں۔ ملک میں 94 یونیورسٹیاں ہیں جبکہ بلوچستان میں صرف دو ہیں۔ اور 1143 Vocational, technical, training institutes اور تعلیمی اداروں کے بدلے بلوچستان میں صرف تین ہیں۔ اگر ہمیں آبادی کے لحاظ سے ترقی ہی دینی ہے، اگر آپ کو ہم سے اتنا پیار اور محبت ہے تو جناب والا! کچھ عرصے کے لیے postpone کر دیں۔ جتنی رقم آپ نے چھاؤنیوں کے لیے مختص کر دی ہے اس سے ہماری یونیورسٹیاں مکمل کر دیں جو آبادی کے اعتبار سے آپ نے ہمیں دینی ہیں۔ ہمارے Technical Training Centres,

Vocational Centres ہمارے مکمل کر دیں۔ اور افسوس کی بات جناب والا! کہ بلوچستان کا جو cultural heritage ہے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ پورے بلوچستان میں ایک museum تک نہیں ہے۔ جہاں آپ سات چھاؤنیاں بنانے جا رہے ہیں وہاں پورے بلوچستان میں ایک museum تک نہیں ہے۔ آپ کو اگر اتنی محبت ہے ہم سے، ہماری تاریخ سے، ہماری تہذیب سے تو آپ یہ پیسہ ایک museum کی تعمیر پر خرچ کر دیں۔ اب میں آپ کو reason بتاؤں جناب والا! کہ چھاؤنیاں قائم کرنے کے پیچھے reason ترقی نہیں ہے۔ بالکل میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہو سکتا ہے پاکستان کی معاشی خوشحالی کا عنصر ہے اور اس عنصر کو ایک perspective میں دیکھا جا رہا ہے کہ چھاؤنی بنے گی تو شاید اس سے پاکستان کی energy line save ہو گی، ایسا نہیں ہو سکے گا۔ میں آپ کو figures دوں۔ بلوچستان کا جو exclusive economical zone ہے جو ہمارے 180000 sq. km پر مشتمل سمندر ہے اور ہمارا جغرافیہ ہے وہاں پر 27 trillion cubic feet سے زیادہ گیس کے ذخائر ہیں۔ آپ کوہلو اور ڈیرہ بگٹی میں اس لیے فوجی چھاؤنیاں قائم کر رہے ہیں کیونکہ اگر دونوں Districts کو ملائیں تو جناب والا! وہ 16000 sq. km. سے بڑا area ہی نہیں بنتا۔ 1970ء سے قبل وہ دونوں ایک ضلع پر مشتمل تھے، 8000 sq. km. کا جو ڈسٹرکٹ کوہلو ہے جس کو ساری دنیا تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے کہ دنیا کے سب سے زیادہ تیل اور گیس کے ذخائر کوہلو میں ہیں لیکن اگر آپ فوجی چھاؤنی بنا کر گیس اور تیل کے کنویں کھود کر وہاں سے گیس اور تیل لے جانے کی کوشش کریں گے تو جناب والا! یہ internationally accepted philosophy نہیں ہے۔ یہ political philosophy نہیں ہے۔ یہ جارحیت ہے، یہ قبضہ گیری ہے اور اس قبضہ گیری کو بلوچ جتنا بھی کمزور ہو، برداشت نہیں کرے گا۔ میں آپ کے ساتھ یہاں معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ آپ 1973ء کے Constitution کی جو Federal Legislative List ہے وہاں پر natural resources جو اس کے schedule 2nd میں دیا گیا ہے، natural resources کو provinces کے حوالے کریں۔ Concurrent List سے متعلق میرا جناب والا! یہاں پر amendment Bill تھا جسے آپ نے دو مہینے پہلے cancel کر دیا تھا۔ اس وقت جب بلوچستان میں رونا دھونا نہیں ہو رہا تھا۔ آپ میں عقل اور شعور ہوتا تو آپ اس وقت حالات کی سنگینی کا

جائزہ لیتے ہوئے کہتے کہ جی بسم اللہ ۔ آپ لائے ہیں بسم اللہ۔ یہ تو میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ آپ نے اس کو accept نہیں کیا اور اب آپ آئے ہیں بات کرنے کے لیے جناب والا!

constitutionally, politically and democratically we want to resolve the issues of Balochistan.

جناب والا! آپ کو گیس کے ذخائر چاہیئں۔ یہ ہمیں بھی پتا ہے کہ 8 سال کے بعد پاکستان کے گیس کے موجودہ ذخائر ختم ہوجائیں گے۔ یہ ہمیں بھی پتا ہے کہ پاکستان اربوں ڈالر کا تیل import کر رہا ہے۔ اگر آپ کو بلوچ جغرافیہ سے تیل اورگیس نکالنا ہے تو آپ کو بلوچ جغرافیہ اور اس کی بلوچ اسمبلی، جو بلوچستان کی اسمبلی ہے، اس کو یہ اختیارات دینے ہوں گے۔ پیار اور محبت کے ساتھ، حسن سلوک کے ساتھ، constitutional and political arrangement کے بعد، آپ تیل اورگیس کے ان ذخائر کو explore کریں۔ ہم آپ کو، federation کو 51% دینے کے لیے تیار ہیں لیکن 49% تو آپ ہمیں دیں۔

گوادر Port Project کی بات یہیں پر، اسی اسمبلی میں، شوکت عزیز صاحب وزیر خزانہ تھے اور شاید وہ اب بھی وزیر خزانہ رہیں گے، میں نے بات کی کہ گوادر کا کتنے فیصد فائدہ یا اس سے حاصل ہونے والا کتنا revenue اور محاصل بلوچستان کو ملیں گے تو جناب والا! ان کا جواب تھا کہ NFC Award کے تحت یہ پیسہ سارا divisible pool میں آئے گا اور بلوچستان کو اس کی آبادی کے مطابق ملے گا۔ جب بلوچستان کے پڑھے لکھے لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ گوادر کا تو سارا پیسہ اسلام آباد کے خزانے میں جمع ہوگا، پھر بلوچوں کو جھولی پھیلانی پڑے گی، ہاتھ پھیلانے پڑیں گے اپنا حصہ مانگنے کے لیے تو جناب والا! یہ سلسلہ کسی سردار یا قبائلی کا شروع کردہ نہیں ہے۔ یہ بلوچستان کے انتہائی سنجیدہ لوگوں پر مشتمل ایک تحریک ہے اور اس تحریک کو سنجیدگی سے حل کیا جا سکتا ہے۔ طاقت کے زور پر کسی نے اس کو حل کرنے کی کوشش کی تو جناب والا! طاقت کا جواب پوری دنیا میں جس طرح دیا گیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ کمزور سے کمزور قوتوں نے بڑی سے بڑی طاقتوں کا مقابلہ کیا اور جناب! وزیر داخلہ صاحب یہاں پر تشریف فرما ہیں، میں نے چھ مہینے پہلے اس اسمبلی میں کہا کہ اگر آپ nationalists کے خلاف operation شروع کرنا چاہتے ہیں تو ہم دو، تین، چار، غریب یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں، let us start from

this side. اگر آپ ہم کو سولی کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ آپ روزانہ بیانات دیتے ہیں کہ بلوچستان کے جو قوم پرست ہیں، وہ قوم پرست نہیں بلکہ قوم دشمن ہیں اور وہ اس ملک کی سلامتی کے لیے "القاعدہ" سے زیادہ خطرناک ہیں۔

جام یوسف صاحب ہمارے دوست ہیں، مہربان ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جی یہ تو آزاد بلوچستان کی تحریک ہے۔ کوئی دوسرا کہتا ہے جناب والا! کہ یہ دہشت گرد ہیں، کوئی کہتا ہے، یہ بیرون ملک سے پیسہ لے رہے ہیں۔ آپ جناب والا! ایک سنجیدہ جمہوری جدوجہد کو خود اپنے ذرائع سے ایسا version دینا چاہیں گے؟ ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ یہ آپ کی مرضی ہے۔ آپ press کو خوش کرنے کے لیے، دنیا کو خوش کرنے کے لیے، اس کو کوئی بھی version دیں، ہمیں اس سے انکار نہیں ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ بلوچستان اس وفاق کا حصہ ہے، ہم پاکستان کی مضبوطی کی بات کر رہے ہیں، ہم constitutional and political طریقے سے بلوچستان کے مسئلے کو بلکہ دیگر وفاقی وحدتوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ہاتھ جوڑ رہے ہیں آپ کے سامنے، لیکن آپ جناب والا! ہمیشہ اس سے انکاری ہو رہے ہیں۔ اگر بلوچستان میں دہشت گردی اور تخریب کاری کے واقعات ہوئے تھے تو جناب والا! آپ اس بات کے گواہ ہیں کہ کیا اس اسمبلی سے recommendations لی گئیں کہ بلوچستان میں اس طرح کی صورت حال ہے اور بلوچستان میں تخریب کاری ہو رہی ہے، اس لئے یہ ہاؤس ہمیں اجازت دے کہ وہاں پر ایک military operation شروع کیا جائے۔ کیا قومی اسمبلی سے اس کی منظوری لی گئی؟ کیا وہاں کی صوبائی اسمبلی سے اس کی منظوری لی گئی؟ کیا وہاں کی ضلعی اسمبلی سے اس کی منظوری لی گئی؟ لگتا ایسا ہے کہ آپ politically and democratically ان چیزوں کو resolve ہی نہیں کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے G.H.Q. میں بیٹھے ہوئے ہم سے زیادہ سنجیدہ اور قابل لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جی! مار دھاڑ سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ دنیا اور شغل میلوں میں مصروف ہے۔ آپ مار دیں۔ کوہلو پر قبضہ کرلیں۔ ڈیرہ بگٹی پر قبضہ کرلیں۔ گوادر کی زمین کی بڑی importance بن گئی ہے لیکن جناب والا! میں آپ کو بتاؤں کہ آپ کو pull back کرنا پڑے گا۔ آپ کو نیک نامی سے مبرّا Frontier Corp کو وہاں سے withdraw کرنا پڑے گا۔ آپ کو پاکستان آرمی کے تین Brigades کو جو وہاں بھیجے ہیں، انہیں وہاں سے

کرنا پڑے گا۔ آپ نے سیاسی جماعتوں کے قائدین کو بندوق کے زور پر مذاکرات pull back

پر مجبور کرنے کا جو طریقہ کار اختیار کیا ہے، وہ آپ کو ختم کرنا پڑے گا۔ آپ کو سردار اختر مینگل، حبیب جالب بلوچ اور ہمارے سینکڑوں ساتھیوں کوجن کے خلاف warrant گرفتاری جاری ہوئے ہیں، وہ واپس لینا پڑیں گے ۔ گرفتار سیاسی کارکنوں کو رہا کرنا پڑے گا۔ آپ کو بلوچستان کے لوگوں کو یہ محسوس کروانا پڑے گا ۔ نواب خیر بور مری اور اس کے بیٹوں کے خلاف جو مقدمات ہیں، وہ واپس لینا پڑیں گے۔ آپ کو بلوچستان کے لوگوں کو یہ محسوس کروانا پڑے گا کہ ضابطہ حیات، 1973 کے Constitution میں بلوچستان کے عوام کے جو تحفظات اور تشویش ہے، انہیں مل بیٹھ کر حل کیا جائے گا۔ اس کے بعد میرے خیال میں بلوچستان میں یہ تمام معاملات ایک صحیح صورت حال کی جانب گامزن ہوں گے۔

جناب والا! میں اپنی تقریر کا ایک لفظ کے ساتھ اختتام کرنا چاہوں گا ۔ بلوچستان، پاکستان کے وفاق کے رشتہ کے حوالے سے تاریخ کے انتہائی اہم موڑ پر کھڑا ہے ۔ اگر وفاق کی جانب سے کسی بھی غیر سنجیدہ پن کا مظاہرہ کیا گیا، اگر وفاق نے ایک قدم آگے بڑھانے کی کوشش کی تو بلوچ شاید اس کے متحمل نہ ہوسکیں ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اب بھی وفاق کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ آپ غیر سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کریں۔ آپ ایک قدم آگے بڑھانے اور forces کو مزید deploy کرنے کی بجائے مزید اشتعال انگیزی پھیلانے کی بجائے، آپ اپنی تمام forces واپس بلائیں۔ جو مذاکرات کا عمل ہے اگر آپ بامقصد اور سنجیدہ مذاکرات کے عمل پر یقین رکھتے ہیں تو اسے شروع کرنے کے لئے اپنا ایجنڈا دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین : شکریہ، ثنا اللہ صاحب۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ : اور دوسرے کے ایجنڈا پر بھی بات کریں۔ میں اس یقین کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ میرے حاکمین وقت اور ارباب اقتدار و اختیار میں شامل دوست آئندہ غیر سنجیدہ بیانات دینے سے گریز کریں گے جو بلوچستان کے معاملات پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب قائم مقام چیئرمین : شکریہ۔ جاوید اشرف قاضی صاحب۔

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جاوید اشرف (وفاقی وزیر برائے تعلیم)، جناب والا! میں record کی درستگی کے لئے چند الفاظ بیان کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میرے محترم دوست نے کچھ باتیں کہی ہیں جو کہ حقیقت پر مبنی نہیں ہیں اور میں یہ گوادر پورٹ کے واسطے سے بتاؤں گا۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین : وہ تقریر کر رہے ہیں - He was taking points when he was making a speech.

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جاوید اشرف (وفاقی وزیر برائے تعلیم)، جناب والا! جہاں تک بیجنگ میں signing کا تعلق ہے، اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ یہ financial package چونکہ Chinese نے دیا تھا، یہ کچھ grants تھیں اور کچھ loan تھا، Finance Minister Sahib نے وہ agreement, Asian Bank کے گورنر کے ساتھ بیجنگ میں sign کیا۔ یہ پیسے Chinese دے رہے تھے۔ گوادر پورٹ ان کے پیسوں سے بن رہا ہے۔

جناب والا! دوسری بات جو میں clarify کرنا چاہوں گا کہ یہ کہا گیا ہے کہ وہاں پر جو opening ceremony ہوئی تھی، اس میں بلوچستان کا کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ جناب والا! اس وقت elected assemblies نہیں تھیں لیکن اس علاقے کے تمام councillors موجود تھے چونکہ میں خود وہاں موجود تھا، یہ وہاں نہیں تھے، اس لئے میں حقیقت بیان کر سکتا ہوں۔ وہاں پر تمام ناظمین موجود تھے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

اس وقت وہاں زبیدہ جلال صاحبہ بھی موجود تھیں، وہ اسے vouch کر سکتی ہیں کہ اس علاقے کے جتنے اکابرین تھے، وہ سب وہاں موجود تھے، ان کی presence میں اس port کو inaugurate کیا گیا۔ پھر میں ایک چیز کی اور وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ کہا گیا ہے کہ گوادر پورٹ کی آمدن Federal Government کو چلی جائے گی۔ یہ correct نہیں ہے۔ جس طرح

سے کراچی میں ports ہیں، پورٹ قاسم ہے، جتنی اپنی آمدن وہ کرتی ہے، وہ خود اسے retain کرتے ہیں، ان کا اپنا ایک board ہوتا ہے۔ وہ development کرتا ہے۔جو شوکت عزیز صاحب نے بات کی تھی، وہ custom duties کے بارے میں تھی کہ custom duties جو port کے through سامان پر charge کی جائے گی، وہ Federal Government کو جائے گی اور جس طرح باقی ports سے income آتی ہے، اس طرح یہ بھی income کا حصہ بنے گی اور پھر provinces کو distribute ہوگی۔ پھر کہا گیا کہ فیڈرل گورنمنٹ نے گوادر پورٹ کا ماسٹر پلان بنا لیا۔ میں دوبارہ یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ماسٹر پلان بنانے کی ذمہ داری صوبائی حکومت کو دی گئی تھی اور اب بھی یہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے تو record کی درستگی کے لیے میں یہ باتیں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ حقائق بیان کرنا چاہییں ورنہ غلط چیزیں record ہوں گی اور لوگ غلط impression لیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین، شکریہ، پروفیسر خورشید احمد صاحب۔۔ نہیں دیکھیئے! جب آپ کی باری آئے گی تو آپ clear کر دیں۔

سینیٹر پروفیسر غفور احمد، یہ ان کا حق ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین، جب آپ کی speech کی باری آئے گی تو آپ اس میں clear کر دیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں لیڈر آف دی ہاؤس کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اپوزیشن کی طرف سے اس requisition کے سلسلے میں اسی روا داری اور تعاون کا مظاہرہ کیا جس کی ہمیں ان سے توقع تھی اور ہم لوگ یقین دلاتے ہیں کہ اپوزیشن اس مسئلے کو صرف اور صرف ملک اور قوم کے مفاد میں highlight کر رہی ہے۔ میں کوئی کریڈٹ بھی نہیں لینا چاہتا لیکن جیسے ہی میں رات کو واپس آیا ہوں تو میں نے رضا ربانی صاحب کو خود ٹیلی فون کیا ہے اور یہ کہا کہ بلوچستان کا مسئلہ جس رخ پر جا رہا ہے ہمارا فرض ہے کہ فوری طور پر سینیٹ کا اجلاس بلائیں اور اس پر توجہ مرکوز کریں۔ میں اپنے بلوچستان کے بھائیوں اور ساتھیوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ

بلوچستان کا مسئلہ صرف ان کا مسئلہ نہیں وہ ہم سب کا مسئلہ ہے۔ وہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے اور انشاء اللہ ہمیں پاکستان اور اس ملک کے تمام شہریوں کے بہترین مفاد میں اس مسئلے کو حل کرنا ہے۔

جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ شناخت کی بات بار بار یہاں آئی ہے۔ مجھے اجازت دیں کہ یہ بات آپ سے عرض کروں کہ شناخت کا معاملہ ایک بڑا بنیادی لیکن نازک معاملہ ہے اور شناخت کے مختلف lay out ہوتے ہیں۔ یعنی ایک شناخت یہ ہے کہ میں ایک خاندان کا فرد ہوں۔ شوہر اور بیوی، بچے، گھر کے بزرگ یہ ہماری شناخت ہے۔ پھر شناخت اور بڑھ کر کے ایک قبیلہ، ایک خاندان، ایک گروہ بناتی ہے قوم بناتی ہے، ملک بناتی ہے پوری اسلامی امہ اور پوری انسانیت ان میں ہر ایک اپنی ایک شناخت اور ایک مقام پر رہتی ہے تو وہ حقیقت پر مبنی ہے اور اس کا تحفظ اور اس کا اعتراف اس کی ترقی یہ ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑی خوبصورتی سے بیان کر دیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ(عربی) ساری انسانیت ایک ماں باپ کی اولاد ہے لیکن اس کے بعد قوموں میں، قبیلوں میں اور گروہوں میں تقسیم کیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو لیکن نیکی اور بدی، خیر و شر، تقویٰ یہ ہیں وہ اصول جن کی بنیاد پر برتری اور کمتری کو طے کیا جائے گا۔ تو یہ شناخت کا معاملہ بڑا اہم ہے اور اس میں ہمارے بلوچ بھائی جو بات کہتے ہیں، پشتون بھائی کہتے ہیں پنجابی بھائی کہتے ہیں کہ یہ سب شناختیں مل کر ایک گلدستے کی طرح ایک باغ کا حصہ ہیں۔ ان کا ہر ایک کا اپنے مقام پر رہنا، یہ ضروری ہے لیکن ساتھ ساتھ ہم سب پاکستانی ہیں، ہم سب مسلمان ہیں اور ہمیں ان تمام شناختوں کو مل کر کے ایک دوسرے سے متصادم نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنانا ہے۔

جناب والا! دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دہشت گردی خواہ وہ کسی شکل میں ہو، سیاسی معاملات کو گولی سے حل کرنے کی کوشش، خواہ وہ فرد کرے یا گروہ کرے یا حکومت کرے، اقتدار کرے، یہ سب قابل مذمت ہیں، یہ تمام غلط ہیں اور جمہوریت اور انسانیت کے لیے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لیے دوسری بنیادی بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم ہر قسم کی دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں اور اسے اس ملک کے لیے نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں جاننا چاہیئے کہ معاملات کا حل ہمیشہ سیاسی انداز میں ہوگا، افہام و تفہیم سے ہوگا، بول چال

سے ہوگا کچھ لو، کچھ دو سے ہوگا ایک دوسرے کے حقوق کے احترام سے ہوگا۔ ان دو بنیادی باتوں کے بعد جناب والا! میں چند چیزوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بلوچستان میں بے اطمینانی ہے، دوسرے علاقوں میں بھی ہے، سرحد میں بھی ہے، کراچی میں بھی ہے لیکن اس وقت بلوچستان کا مسئلہ ایک گھمبیر مسئلہ ہے، اس کو under the carpet ڈالنا، نظر انداز کرنا بڑا نقصان دہ ہوگا۔ یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ آخر ہمارے وہ بھائی اس وقت کیوں اس طریقے سے بے چین ہیں اور پکار رہے ہیں۔ ثنا نے ابھی تقریر کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے چند الفاظ سے کسی کو اختلاف ہو لیکن بحیثیت مجموعی وہ ایک مدلل، دردمندانہ گفتگو ہے اور ملک کے مفاد میں ہے، دستور کے تحفظ کے لئے ہے۔ تو بجائے اس کے کہ ہم سیاسی جانب داری سے کام لیں، ہمیں کھلے دل سے اس واقعہ کو لینا چاہیئے۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ گوادر پورٹ کی development کا مسئلہ آج پیدا نہیں ہوا ہے۔ خود بلوچ اس کے بارے میں مدت سے پکار رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس علاقے کو develop کرو۔ وہاں strategic railway کا تصور انگریز نے دیا تھا۔ Second line of National Highway بلوچستان کی تعمیر پر آج نہیں بلکہ پچاس سال سے ہم اس کے بارے میں غور کر رہے ہیں جب وہ اس کا مطالبہ کر رہے تھے تو آج اس کے بارے میں پریشان کیوں؟ میری نگاہ میں اس کی بنیادی وجہ ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے ان تمام معاملات کو دستور کے تحت مشاورت اور علاقے کے لوگوں کی participation اور اعتماد کے بغیر کیا ہے۔ اس طرح کیا ہے کہ اس سے بدگمانیوں نے جنم لیا ہے اور ان بدگمانیوں کے لئے وجوہ موجود ہیں۔ اس لئے میں کہنا چاہتا ہوں کہ بے اطمینانی کے اسباب کو جاننے کی کوشش کیجیئے اور اگر کہیں تشدد کے کچھ ناقابل قبول واقعات ہو رہے ہیں تو اس کا توڑ قوت نہیں ہے بلکہ بے اطمینانی کے اسباب کو سمجھنا اور مشاورت سے حل نکالنا ہے۔

دوسری بنیادی بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح میرے بھائی جنرل اشرف نے کہا کہ حقائق صحیح ہونے چاہئیں، ابھی سینیٹ کا ایک delegation گوادر پورٹ کو دیکھنے کے لئے گیا تھا اور وہاں کی اتھارٹی کے ذمہ دار افراد نے یہ بات کہی کہ یہاں پر کوئی ماہی گیری کا مسئلہ نہیں ہے اور کوئی displace نہیں ہوا ہے۔ یہ ایسی دیدہ دلیری! مچھیروں کی وہاں پر پوری بستی

آباد ہے اور وہ وہاں سے ختم کی جا رہی ہے' وہ اپنے مطالبات میں روزگار کی بات کر رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مسئلہ ہی نہیں ہے۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نہ ادھر سے نہ ادھر سے' حقائق کو نظر انداز نہ کیجیے' حقائق کو face کیجیے' ان کا حل نکالیے۔

دوسرے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کے لوگوں کا وہاں کی resources پر حق ہے۔ سرحد کے لوگوں کا حق ہے اپنے صوبے کی resourcesپر' پنجاب کے لوگوں کا حق ہے اپنے صوبے کی resources پر' سندھ کے لوگوں کا حق ہے اپنے علاقے کی resources پر اور پوری پاکستانی قوم کا حق ہے۔ یہ سارا کام ہمیں افہام وتفہیم سے اور ایک دوسرے کے حقوق کو پوری طرح ادا کر کے کرنا ہے۔ اگر ہم نے ان کو معاشی حقوق ادا نہ کیے' اگر اس کا فائدہ ان کو نہ پہنچا' اگر بلوچستان کی گیس سے پورا ملک فائدہ اٹھا رہا ہے اور بلوچستان کے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے' اگر گوادر میں آپ ان کو ملازمتیں نہیں دے رہے ہیں' تعلیم فروغ نہیں پا رہی ہے' زمینوں کا ان کو حق نہیں مل رہا ہے تو یہ زیادتی ہے 'اس کو قومیت کا مسئلہ نہ بنائیے۔ یہ کہنا کہ فلاں غدار ہے' فلاں محب وطن ہے' میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس terminology کو ختم کرنا چاہیے اور اصل مسائل کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین ، ذرا wind up شروع کریں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد ، اس لئے جو مشورہ میں دینا چاہتا ہوں' اس میں سب سے پہلی choice یہ ہے کہ جو آپ نے قوت کا استعمال شروع کیا ہے اسے فی الفور ختم کیجیے۔ گرفتاریاں' جھوٹے مقدمات' فوجی قوت کا استعمال' یہ قطعاً اصلاح کا' ملک کو سنبھالنے کا' مسائل حل کرنے کا راستہ نہیں ہے۔ وزیر اعظم چوہدری شجاعت حسین نے اچھا بیان دیا تھا کہ بلوچستان کے مسئلے کا حل مذاکرات ہے۔ اس لئے آئیے! ہم اس کو پکڑ لیں اور مذاکرات کا معنی یہ ہے کہ جو وہاں کی حقیقی قیادت ہے' وہاں کے باعزت سردار اور منتخب نمائندے ہیں' ان کو شریک کریں۔ یہ سب آپ کا فرض ہے کہ بلوچستان کے تمام لوگوں کو کھلے دل سے مشورے کے اندر شریک کریں اور مل جل کر مذاکرات کا راستہ اختیار کیجیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فوجی چھاؤنیوں کا مسئلہ ہم نے خود disputed بنایا ہے۔ بلاشبہ

فوجی چھاؤنیاں ملک کی ضرورت ہیں اور اصولی طور پر اس سے انکارنہیں کیا جاسکتا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر فوج سیاست میں مداخلت کرے گی اور اپنی قوت کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرے گی تو اس سے غلط فہمیاں پیدا ہونگی۔ اسی طرح فوج کی composition میں تمام علاقوں کے تمام افراد کو مناسب نمائندگی حاصل نہیں ہوگی تو اس سے غلط فہمیاں پیدا ہونگی۔ تو حقائق کی بنیاد پر یہ کام کیجئیے اورجو وہاں کی دوسری ضرورتیں ہیں ان priorities کو پورا کیجئیے۔

اگلی بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس پورے معاملے کے اندر بے حد ضروری یہ ہے کہ جب تک آپ decision making میں لوگوں کو شریک نہیں کریں گے محض لیپا پوتی کے لئے اورمحض function اپنا لینے سے participation نہیں ہوجاتی ۔ participation ہوتی ہے decision making میں شرکت سے، تو مذاکرات ہوں۔ فوجی چوکیوں کے معاملے میں، پوری پالیسی کو قومی مفاد، حقیقی ضرورتوں کے مطابق کرنا اور اس پس منظر میں کرنا کہ فوج کو سیاست میں مداخلت کا اختیارنہیں ہوناچاہیے۔ وہ صرف دفاع کے لئے ہو اور اس میں بھی پورے ملک کے تمام علاقوں کے لوگوں کو مناسب نمائندگی ملے تاکہ وہ مل کر اس کو اپنی قومی فوج کی طرز پر رکھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جناب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: معاشی وسائل کا استعمال اور معاشی وسائل پر وہاں کے لوگوں کا حق تاکہ وہ اپنا حق وصول کریں اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی جو ضرورتیں ہیں ان کو پورا کیا جائے اور آخری چیز جناب والا! یہ ہے کہ ملک کی ترقی ہم سب کو عزیز ہے۔ ہم سب اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن ملک کی ترقی کے نام پر کسی علاقے کے لوگوں کو وہاں کے روزگار کے مواقع سے اور ترقی کے مواقع سے محروم رکھ کر کوئی راستہ اختیار کرنا، یہ ترقی کا نہیں یہ تباہی کا راستہ ہے۔ خدا کے لئے آنکھیں کھولیے اور قومی انداز میں اس مسئلے کو حل کیجئے اپوزیشن آپ سے تعاون کرے گی بشرطیکہ آپ قومی مفاد میں، دستور کے تحت، اصولوں کے مطابق معاملات کو حل کرنا چاہیں اگر اس سے ہٹ کر آپ نے کوئی راستہ اختیار کیا تو وہ آپ کے لئے بھی نقصان دہ ہوگا اور اس مسئلہ کو raise کیا جائے گا۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ

رب العالمین۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جناب۔ مہیم خان بلوچ صاحب۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔ آج اس ایوان میں فیڈریشن کے اندر موجود چار اکائیوں میں بلوچستان پر بحث ہو رہی ہے۔ آج کی یہ بحث ملکی اور قومی حوالے سے اہم بحث ہے۔ میں جناب کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ اخبارات میں ہم دیکھ رہے ہیں لفظ "شرپسند" اور "غدار" میں تو کہتا ہوں کہ اس ایوان میں اس لفظ کو حذف کیا جائے۔ یہ لفظ نہ باہر استعمال ہو اور نہ ایوان کے اندر اس کی اجازت ہو۔ بلوچستان کے عوام اس ملک کے شہری ہیں، اس ملک کا حصہ ہیں، ہمارا مستقبل بھی اس سے وابستہ ہے اور ہم اپنے مستقبل کو کسی ایسے نعرے پر نہیں چھوڑیں گے جس سے اس ملک کا مجموعی طور پر اور بالخصوص بلوچستان کا مستقبل تاریکی میں چلا جائے۔

جناب والا! میں آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ ایک زمانہ تھا جب ایک منتخب حکومت تھی۔ بلوچستان پر اس وقت مسلسل چار سال فوجی آپریشن ہوئے اور چار سال کے بعد یہاں ایک فوجی حکومت آئی۔ اس نے ان چار سال کے دوران جو بھی کارروائیاں ہوئی تھیں انہیں بلوچستان کے عوام کے ساتھ زیادتی قرار دے کر کہا کہ بلوچستان میں غداری ہوئی اور نہ کوئی شرپسند ہے بلکہ ان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور ہماری عوام جو ملک کے اندر یا ملک سے باہر تھی، سب ہی کو ملک میں آنے اور اپنے گھروں میں بسنے کی اجازت اس فوجی حکومت نے دی۔ حیدر آباد جیل میں جو بلوچ قیادت حیدر آباد سازش کیس کے حوالے سے بند تھی ان سب کو باعزت طور بری کیا اور اس کیس کو ناجائز اور غلط قرار دیا اور ان کو اپنی table پر بلا لیا بلکہ یہاں تک کہ ہمارے جن معزز دوستوں کی صحت صحیح نہیں تھی ان کو کہا کہ آپ کی صحت کے حوالے سے treatment کی جو بھی ضرورت ہو گی حکومت اس کے لئے بھی تیار ہے۔

جناب چیئرمین! اس ملک میں ایک مجموعی نظام موجود ہے۔ اس نظام کے حوالے سے جو کمی بیشی ہمیشہ ملکی حوالے سے ہوئی یا علاقائی حوالے سے انہوں نے اس نظام میں اس ملک میں چار اکائیوں کے حوالے سے، اس ملک کے چودہ کروڑ عوام کے سیاسی، معاشی حوالے سے جو

زیادتیاں ہوئی ہیں، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نظام کو تبدیل کرنے کے حوالے سے ایک سیاسی اور جمہوری جدوجہد اس ملک میں رہی ہے۔ اس جدوجہد میں بنیادی طور پر آئین جمہوریت اور پارلیمنٹ کی بالادستی، چودہ کروڑ عوام کا حق حکمرانی اور چودہ کروڑ عوام کا اس ملک کے مجموعی وسائل میں برابری اور انصاف کی بنیاد پر حق اور فیڈریشن کے اندر اکائیوں کی صوبائی خودمختاری کے حوالے سے جدوجہد رہی ہے۔ اس جدوجہد میں پورے ملک کی سیاسی اور جمہوریت پسند قوتوں کے ساتھ بالخصوص بلوچستان نے اس جنگ میں ہمیشہ ایک ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے۔

(اس موقع پر اذان جمعہ کی آواز سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین: مہیم خان کی speech ختم ہوتے ہی پھر نماز کے لئے adjourn کریں گے۔ جی۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! یقینی طور پر ہر party کو اپنا موقف Parliament میں، صوبائی اسمبلیوں میں اور پرامن طور پر باہر جلسے کی شکل میں، جلوس کی شکل میں، press conference کی شکل میں، ہر party کا حق ہے کہ وہ اپنا موقف عوام کے سامنے لے جائے لیکن افسوس، بعض اوقات اسی سیاسی اور جمہوری جدوجہد کے حوالے سے بعض ایسے واقعات ہوتے ہیں جس سے law and order کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ یقینی طور پر جب law and order کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ law and order کے مسئلے کو sabotage کرنے کے لئے جو محسوس کریں گے، ظاہری بات ہے کہ یہ ان کا اختیار محفوظ ہے کہ وہ جہاں چاہیں اس کو control کرنے کے لئے، بہتر حالات لانے کے لئے، حکومتی اقدامات کر سکتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں اس وقت بلوچستان میں law and order کی بات ہے، یقینی طور پر پورے ملک میں law and order کی صورت حال موجود ہے، بڑے بڑے شہروں میں موجود ہے۔ یہاں پر law and order کے حوالے سے، اس ملک کا President اس ملک کا نامزد وزیر اعظم انہی وارداتوں سے متاثر ہوا ہے۔ شہری آئے دن مارے جاتے ہیں۔ بلوچستان میں بھی law and order کا مسئلہ ہے لیکن ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ law and order کا مسئلہ صوبائی معاملہ ہے اور

صوبے میں جو بھی law and order کا مسئلہ ہوگا' اسے خود ہی command کرنا چاہیے' انہیں خود ہی policy بنانا چاہیے' اسے خود اپنی حکمت عملی بنانا چاہیے۔ مرکز صرف صوبے کو مشاورت دے سکتا ہے اور صوبہ اپنے وسائل میں رہتے ہوئے اگر مرکز سے امداد طلب کرے یا finances میں مدد مانگے یا security force کے حوالے سے امداد طلب کرے۔ یقینی طور پر مرکز صوبے کی مدد کے لئے finance اور security کی امداد کرسکتا ہے۔ میری صرف یہ بات ہے کہ آج کل بہت سی کچھ باتیں ایسی ہیں کہ جن کو ابھارا جا رہا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح نہیں ہیں کہ مرکز کے نام پر فوجی operation' یہ فوجی operation نہیں ہے۔ جو بات law and order کی ہے۔ فوجی operation پہلے بلوچستان میں ہوا' اس کا مجموعی طور پر اس ملک کے تمام سیاسی دوستوں نے اعتراف کیا۔ اب مجھے امید ہے کہ اس چیز کو جو ماضی میں 74 سے 77 تک دہرائی گئی تھی' اب اس قسم کی situation ہماری Government اس قسم کے ہتھکنڈے' اس قسم کے اقدامات نہیں کرے گی بلکہ صرف اور صرف law and order کو برقرار رکھنے کے لئے اگر کہیں محسوس ہو کہ یقینی طور پر صوبے کی مدد کے لئے مرکزی حکومت اپنے وسائل اس کو دینے کے لئے اور وہ مشاورت کی پابند ہو گی۔ جہاں تک فوجی چھاؤنیوں کی بات ہے تو یقینی طور پر فوجی چھاؤنیاں اس ملک کے دفاعی حوالے سے اس کا حصہ ہیں۔ اس وقت چاروں اکائیوں میں چھاؤنیاں موجود ہیں' اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ اچھی بات ہے کہ چھاؤنیاں ہوں' ہماری فوج بارڈر کے لحاظ سے اور اندرونی لحاظ سے متحرک ہو لیکن اس وقت بلوچستان میں چھاؤنیوں کے حوالے سے جو باتیں سامنے آ رہی ہیں بالخصوص کوہلو اور بگٹی میں چھاؤنیوں کے حوالے سے اچھا بنانے کی بات ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں اچھا result نہیں ہو گا وہ اس لئے کہ میں واضح کروں کہ بلوچستان میں ایک قبائلی کلچر موجود ہے اور میں کھل کر کہتا ہوں کہ پارلیمانی سیاست کے حوالے سے وہاں پر جمہوری اور سیاسی قوتوں نے روایتی سیاست کو محدود کر دیا ہے لیکن ہماری مرکز کی پالیسی کی وجہ سے آج بھی بلوچستان میں feudal culture موجود ہے' وہاں کلاشنکوف کلچر موجود ہے۔ بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کی کوئی رسائی نہیں ہے' وہاں پر روایتی لوگوں کی اپنی ایک پہچان موجود ہے۔ اس وقت عوام کے معاشی' سیاسی اور معاشرتی حوالے سے اس کا جو جمہوری حق بنتا ہے وہ بھی وہاں پر متاثر ہے۔ ایسے حالات میں

میں سمجھتا ہوں کہ وہاں ایک قوت کے ساتھ کلاشنکوف کلچر موجود ہے، اگر کلاشنکوف کلچر پر فوجی چھاؤنیوں کے نام پر وہاں چار دیواری قائم کرنے کی پالیسی اپنائی گئی تو وہاں پر مثبت نتائج برآمد ہونے کے بجائے وہاں خانہ جنگی ہو گی۔ اس لئے ہمیں اس خانہ جنگی سے بچنے کے لئے بنیادی مسئلہ کے حل کی طرف جانا چاہیے۔ وہاں پر ہمیں چھاؤنیوں کا فیصلہ موخر کرنا چاہیے۔ وہاں Federal Government کے حوالے سے جو special fund روایتی لوگوں کو دیئے جاتے تھے وہ بند کر کے وہاں کی عوام کے لئے roads بنائیں، تعلیم کی سہولتیں دیں، صحت کی سہولتیں دیں، روزگار کی سہولتیں دیں تاکہ لوگ خود بخود کلاشنکوف کو پھینک کر شہری زندگی کی طرف آئیں۔ ہم ترقی کے خواہاں ہیں، اگر ترقی کی راہ میں کوئی قوت رکاوٹ بنتی ہے تو یقینی طور پر ہم سیاسی حوالے سے اسے دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اب ذرا wind up کریں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ کوہلو اور ڈیرہ بگٹی میں اس وقت چھاؤنیوں کا فیصلہ موخر ہونا چاہیے۔

آخر میں، میں آپ سے کہوں کہ mega projects کی بات ہے، یہ بالکل اچھی بات ہے۔ جہاں جہاں mega projects ہیں وہاں ہونے چاہئیں اور بالخصوص گوادر میں تو بالکل ہونا چاہیے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ China Government نے اپنی financial امداد بھی ہمیں دی ہے، ہمیں اپنے Engineers بھی دیئے ہیں، سب کچھ دیا ہے۔ آج ہم ان ہی Engineers پر وار کرتے ہیں، انہیں مارتے ہیں۔ اس قسم کے ہتھکنڈوں سے بلوچستان میں جو ترقی کا ایک trend موجود ہے اس کو سبوتاژ کرنے کے لئے، روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کا عمل اچھا عمل نہیں ہے اور ایسے عمل سے پورے ملک میں قومی املاک کو، قومی جانوں کو نقصان ہو تو یقینی طور پر ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور اس کی روک تھام کے لئے حکومت کا بنیادی role ہونا چاہیے۔ ہر جگہ یہ اعتراض ہے کہ بلوچستان کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے، ترقیاتی اور تعلیمی حوالے سے ماضی میں ناانصافیاں ہوئی ہیں، social sector میں بھی ناانصافیاں ہوئی ہیں۔ اب mega projects کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ

ایک چراغ کی مانند ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آئینی حوالے سے ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ بلوچستان کے عوام کو یہ یقین ہو کہ ان mega projects سے ہمارا مستقبل بنے گا۔ اس لئے اس میں سب سے پہلا حق بلوچستان کے عوام کا بنتا ہے، پورے بلوچوں کا بنتا ہے۔ ظاہری بات ہے یہ لقمہ بڑا ہے، ہم سے اکیلے نہیں کھایا جائے گا اور ہم ضرور اپنے سندھ، پنجاب اور سرحد کے بھائیوں کو کہیں گے کہ آئیں آپ ہمارے ساتھ بیٹھیں، محنت کریں۔۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Thank you بلوچ صاحب time ہو گیا ہے، بس۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: صرف دو points ہیں، ایک منٹ میں عرض کرتا ہوں، بابر غوری صاحب نے بلوچستان کے سینیٹروں پر مشتمل communication کے حوالے سے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی کو ایوان کی طرف سے یہ اختیار ملے کہ وہ جائیں اور گوادر کی کمی بیشی پر ایک رپورٹ بنائے اور اس ایوان میں پیش کرے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں آپ کا شکر گزار ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ہم بلوچستان کے مسئلے کو اتنا گھمبیر نہ بنائیں جس سے محسوس ہو کہ بلوچستان اس فیڈریشن سے دور ہے۔ وہ فیڈریشن کا حصہ ہے۔ ہم نے فیڈریشن میں رہتے ہوئے اپنے حقوق کے لئے پہلے بھی بات کی ہے، اب بھی کر رہے ہیں اور آئندہ بھی اجتماعی حقوق کے حوالے سے بات کرتے رہیں گے۔ مہربانی۔

Mr. Acting Chairman: The House stands adjourned to meet again on Monday the 23rd August 2004 at 10.00 a.m. and please be here at 10.00 a.m.

[The House was then adjourned to meet again at 10 of the clock in the morning on Monday the 23rd of August, 2004.]